

وہابی تحریک تاریخ اور عقائد

یعنی

شوارق صدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ

تصنیف

سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترجمہ

علامہ غلام قادر بھیروی

ترتیب و تصحیح

محمد خالد قادری مجیدی

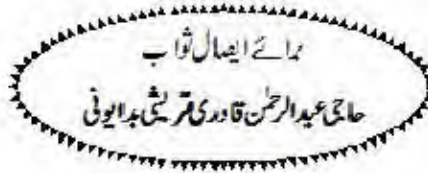
ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلہ مطبوعات ۷۵

کتاب: شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ
مصنف: مولانا شاہ فیصل رسول قادری
مترجم: مولانا غلام قادر بھیروی
طبع اول: ۱۳۰۰ھ
طبع جدید: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ / مئی ۲۰۱۲ء



Publisher

TAJUL FUHOOL ACADEMY

(A Unit of Qadri Majeedi Trust)

Madrs a Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India

Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720

E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.com

Distributor

Maktaba Jam-e-Noor

422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Phone : 011-23281418

Mob.: 0091-9358563720

Distributor

Khwaja Book Depot.

419/2, Matia Mahal

Jama Masjid, Delhi-6

Mob.: 0091-9313086318

فہرست مشمولات

صفحہ

7

عنوان

ابتدائیہ

یوارق محمدیہ ایک مطالعہ
از مولانا سید الحق قادری
9—35

- | | |
|----|---|
| 11 | کتاب کا نام اور سند تالیف |
| 11 | سبب تالیف |
| 12 | یوارق محمدیہ کا قلمی نسخہ |
| 13 | یوارق محمدیہ کی اشاعت |
| 14 | یوارق محمدیہ کے مشمولات |
| 16 | یوارق محمدیہ پر کارِ ملت کا اعتماد |
| 18 | یوارق محمدیہ کا جواب اور جواب الجواب |
| 20 | یوارق محمدیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد |
| 32 | یوارق محمدیہ کا ترجمہ شوارق محمدیہ |
| 33 | یوارق محمدیہ کے مترجم مولانا غلام قادر بکھیری |

شوارق محمدیہ ترجمہ یوارق محمدیہ

37—74

- | | |
|----|---|
| 37 | عرب میں وہابیت کا آغاز |
| 39 | کتاب التوحید کی تصنیف |
| 40 | وہابیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ |
| 42 | وہابیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ |
| 43 | شیخ عمر بن عبدالرسول سے مناظرہ |
| 44 | امیرانیم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ |

- 45 یمن اور مسقط میں فرقہ واپیہ کا ظہور
46 ہندوستان میں وہابیت کا آغاز
46 سید احمد رائے بریلوی کے مراتب و کمالات
48 کتاب صراطِ مستقیم کی چند عبارتیں
51 تقویٰ الایمان کی تصنیف
52 علمائے دہلی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد
53 علامہ فضل حق خیر آبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی
54 شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک جہاد
55 فرقہ نگاریہ اور دائود ظاہری
56 ابن حزم ظاہری کا احوال
57 شیخ ابن تیمیہ کے احوال
59 فرقہ نگاریہ کے بعض عقیدے
60 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار
60 شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کا تقلید
61 شاہ اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے
62 پہلا باب عقائد نجدیہ کے بیان میں
63 اہل سنت کے نزدیک ایمان کی تعریف
64 اہل سنت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا حکم
64 مرتکب کبیرہ کے عدم ایمان پر معتزلہ کی پہلی دلیل
64 معتزلہ کی پہلی دلیل کا جواب
64 معتزلہ کی دوسری دلیل
65 معتزلہ کی دوسری دلیل کا جواب
65 معتزلہ کی تیسری دلیل
65 معتزلہ کی تیسری دلیل کا جواب
66 رکن، علت، سبب، شرط، اور علامت کے درمیان فرق
67 وہابیہ کو پانچ تہیہات
68 اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط
70 تقویٰ الایمان کی چند عبارت کا رد
72 خانوادہ شاہ ولی اللہ اور ان کا اسماعیل دہلوی

☆☆☆

انتساب

شوارق ممدیہ کی اشاعت جدید

مترجم کے مرشد طریقت

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ

(ولادت: ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء۔ وفات: ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء)

اور

مترجم کے استاذ محترم

حضرت مشتق صدرالدین آزرودہ دہلوی

(ولادت: ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء۔ وفات: ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء)

کے نام منسوب کی جاتی ہے۔

عرض ناشر

تاج اھلول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سبحانہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، کجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۱۷۰ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج اھلول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، کالج بدایوں کی سیرت و سوانح، باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم و جدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل مہلجا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج اھلول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادہ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادہ قادریہ سے وابستہ علماء، مشائخ اور ادبا و شعرا کی قدیم و نیاں تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے، اور ان عظیم شخصیات کے علوم و معارف اور ان کی حیات و خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے، بفضلہ تعالیٰ اکیڈمی نے اس سمت میں بھی کامیاب کوششیں کی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سیکریٹری تاج اھلول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

ابتدائیہ

زیر نظر کتاب ”شوارق صدیہ“ سیف اللہ المسلمول مہین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ کی معرکہ الآرا کتاب ”بوارق محمدیہ“ کے ابتدائی حصے کا ترجمہ ہے، یہ ترجمہ پنجاب کے زیر دست عالم حضرت علامہ غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج سے ۱۳۳۳ سال قبل کیا تھا۔ اب ایک صدی سے زیادہ عرصے کے بعد تاج اٹھول اکیڈمی اس کتاب کو دوبارہ شائع کر رہی ہے۔

شوارق صدیہ کا یہ قدیم نسخہ جناب محمد ابراہیم عطاری صاحب (لاہور، پاکستان) کے ذاتی ذخیرہ کتب میں موجود تھا، میرے کرم فرما جناب محمد ثاقب رضا قادری (لاہور، پاکستان) کی عنایت سے مجھے دستیاب ہوا، اس کے لیے میں ان دونوں حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

اکابر کی جن کتابوں کے ترجمے اور تحقیق و تخریج کا میں ارادہ رکھتا ہوں ان میں بوارق محمدیہ بھی شامل ہے، یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہم ہے، کتاب مبسوط اور خالص تحقیقی نوعیت کی ہے اس لیے اس کے ترجمے اور تحقیق و تخریج کے لیے کافی وقت درکار ہے، فی الحال میں بعض دوسری کتابوں پر کام کر رہا ہوں، اس لیے سر دست بوارق محمدیہ کا ترجمہ ”شوارق صدیہ“ ہی شائع کیا جا رہا ہے۔

شوارق صدیہ کی ترتیب جدید اور صحیح کا اہم کام عزیزم مولانا خالد قادری مجیدی (فاضل مدرسہ قادریہ بدایوں) نے انجام دیا ہے، عزیز موصوف کی مکمل تعلیم مدرسہ قادریہ میں ہوئی ہے، گزشتہ برس فراغت حاصل کی اور اب شوال ۱۴۳۲ھ سے مدرسہ قادریہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی تحقیق، تخریج اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں تربیت حاصل کر رہے ہیں، فی الحال حضرت مفتی حسین احمد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل مدرسہ قادریہ و سابق مفتی ریاست پھاسو) کی کتاب ”تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استعجاب السقیام“ کی تحقیق و تخریج میں مصروف ہیں جو ان شاء اللہ عن قریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

رب قدیر و مقتدر عزیر موصوف کی عمر، علم اور اقبال میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کو دین متین کی پیش بہادری کی توفیق بخشے۔

شوارق صدیہ کی ترتیب جدید کے سلسلے میں میں نے عزیر موصوف کو چند ہدایات دی تھیں، یہ کام انہیں کی روشنی میں کیا گیا۔ ترتیب جدید میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا گیا ہے:

(۱) غلط کتابت کی تصحیح کے علاوہ متن میں کسی قسم کا تعریف نہیں کیا گیا ہے۔
(۲) کتاب کی جدید کمپوزنگ کے وقت قدیم املا ترک کر کے موجودہ رائج املا اختیار کیا گیا ہے۔
مثلاً آوے اور جاوے کو آئے اور جائے وغیرہ۔

(۳) قدیم کتاب میں جہاں مترجم کا حاشیہ تھا اس کے بعد بریکٹ میں ”مترجم“ لکھ دیا گیا ہے، اور جہاں نیا حاشیہ چڑھایا گیا ہے وہاں ”مرتب“ لکھا گیا ہے۔

(۴) چند مقامات پر مترجم سے ترجمے میں سہو ہوا تھا ایسے مقامات پر اصل متن کو باقی رکھتے ہوئے حاشیہ میں صحیح ترجمے کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

(۵) کتاب قدیم طرز پر مسلسل مضمون کی شکل میں تھی، لہذا مختلف مقامات پر مناسب عناوین کا اضافہ اور پیرامندی کر دی گئی ہے۔

بوارق محمدیہ کے تعارف کے لیے راقم نے نہایت عجلت میں ایک مضمون قلم بند کیا ہے جو کتاب میں بطور مقدمہ شامل کیا جا رہا ہے، اس میں مختلف پہلوؤں سے کتاب کے تعارف کی کوشش کی گئی ہے۔

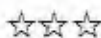
رب قدیر و مقتدر اس خدمت کو قبول فرمائے، اس کتاب کو مخلوق کے لیے نافع بنائے، اور اکیڈمی کے رفقاء، کارکنان اور معاونین کو دینی خدمات کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

اسید الحق قادری بدایونی

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

ہفتہ، ۱۴ اپریل ۲۰۱۲ء



بوارق محمدیہ: ایک تعارف

مولانا اسید الحق قادری

خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی (ولادت: ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء - وفات: ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء) برصغیر ہندوپاک کے جید عالم دین، متکلم، اصولی، مناظر، مصنف، خدائیدہ بزرگ اور اپنے زمانے میں اہل سنت و جماعت کے مقتدا و پیشوا کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔

آپ کی زندگی کے مختلف کوششوں میں ایک اہم گوشہ بدعتیہ کی فکری انحراف، اور اہانت انبیاء و اولیاء کی تحریک کے خلاف آپ کے جہاد بالقلم سے عبارت ہے۔ مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے اور سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے شاہ اسماعیل دہلوی نے جب اپنے آبائی و خاندانی مسلک و منہاج سے انحراف کر کے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مخصوص عقائد و نظریات کو ہندوستان میں درآمد کیا تو اس کے خلاف سب سے اہم کردار حضرت سیف اللہ المسلمول نے ادا کیا اور اسلامیان ہند کے عقائد و مسلک کے تحفظ کے لیے تصنیف و تالیف کا ایک ایسا سلسلہ قائم فرمایا جس کے ذریعے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز نمایاں ہو گیا۔

آپ نے اس سلسلے میں عربی، فارسی اور اردو میں ایک درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، عربی میں المعتمد المستند، فارسی میں البوارق المحمدیہ، احقاق حق اور تصحیح المسائل، اردو میں سیف الجبار، فصل الخطاب اور نور المؤمنین اہم تصانیف ہیں۔

آپ کی اس خدمت کا اعتراف معاصرین و متاخرین سبھی اہل علم و تاریخ نے کیا ہے، مگر زاویہ نظر کا فرق ہے، بعض نے مثبت انداز میں آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور بعض نے منفی انداز میں۔

استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی آپ کی کتاب المعتمد المستند کے بارے میں لکھتے ہیں:

گمراہ اس کے ذریعے اہل سنت کے روشن راستوں کی طرف راہ پاتا ہے،

اور پیاسا اس کے ذریعے روشن شریعت کے دائمی اور محفوظ چشمے سے سیراب ہوتا ہے، اس کے ذریعے انہوں نے مذہبی سچے عقائد اور گھٹیا فرقوں کی لالچنی باتوں کے درمیان خط امتیاز کو روشن کیا، اور اس کے ذریعے معتزلہ اور نجدیوں جیسے عقل کے اندھوں کے گھٹیا عیوب کا پردہ فاش کیا ہے، چنانچہ اس کے ذریعے انہوں نے حق کو بالکل واضح کر دیا، اور ہر نجدی کو شکست خوردہ اور زمین بوس کر دیا بلکہ ہلاک اور زریخہ کر دیا۔ (۱)

مفتی صدر الدین آزاد دہلوی فرماتے ہیں:

میں نے اس رسالے کو لفظ بمعنی کے اعتبار سے عمدہ اور بہترین، نظم و ترتیب کے اعتبار سے چمکتا و ملتا، اور رفیع الشان پایا، علم کلام میں تعقیف کی جانے والی کوئی کتاب اس کے قریب نظر نہیں آتی، اور اس موضوع پر تالیف کیا جانے والا کوئی بھی رسالہ اس کے برابر نہیں ہے۔ (۲)

یہ تصویر کا ایک رخ ہے، دوسری طرف جماعت اسلامی کے سرگرم رکن اور عربی زبان و ادب کے معروف اسکالر مولانا مسعود عالم دہلوی لکھتے ہیں:

مکہ معظمہ کے شیخ احمد زینی دحلان اور بدایوں کے مولوی فضل رسول اور ان کے پیروؤں کی کوشش سے (وہابیوں کے خلاف) افتراب و ازبوں اور بہتان طرازیوں کا ایک انبار لگ گیا، جس سے کم و بیش آج تک جاہل اور عوام متاثر ہیں (۳)

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل رسول صاحب بدایونی وہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے شاہ محمد اسماعیل شہید، تقویت الایمان اور ان کی دعوت توحید و سنت کے خلاف ایک

(۱) (عربی سے اردو ترجمہ) تقریظ علامہ فضل حق خیر آبادی بر المعتقد المستفاد ص ۴، مطبع اہل سنت پٹنہ، ۱۳۲۱ھ

(۲) (عربی سے اردو ترجمہ) تقریظ مفتی آزاد دہلوی بر المعتقد المستفاد ص ۵، مطبع اہل سنت پٹنہ، ۱۳۲۱ھ

(۳) ہندوستان کی کبلی اسلامی تحریک: مسعود عالم دہلوی، ص: ۱۵۱، مرکز کی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۹۹ء

بڑی جد جہد کی ابتدا کی (۱)
ڈاکٹر شمس بدایونی لکھتے ہیں:

مولانا فضل رسول پہلے ہندوستانی عالم ہیں جنہوں نے شاہ اسماعیل شہید
اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے درمیان فکری رابطے تلاش کیے اور اسی نسبت
سے ان پر لفظ ”وہابی“ کا اطلاق کیا۔ مسلمانان ہند کی قومی تاریخ میں لفظ
”وہابی“ کا غالباً یہ اولین استعمال تھا (۲)

ان اقتباسات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ”وہابی نظریات“ کے خلاف حضرت سیف اللہ
المسلول کی خدمات ایسی جامع اور وسیع ہیں کہ ان کا اعتراف اپنے اور پرانے بھی نے کیا ہے۔
یہاں ہم حضرت کی اسی سلسلے کی تصانیف میں سے ایک اہم کتاب ”البوارق المحمدیہ“ کا
تعارف کر رہے ہیں۔

کتاب کا نام اور مستنایف: اس کتاب کے دو نام ہیں:

(۱) البوارق المحمدیۃ لرحم الشیاطین النحدیۃ (۳)

(۲) سوط الرحمن علی قرن الشیطان

یہ دو توں تاریخی نام ہیں جن سے کتاب کا سنہ تالیف ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸-۴۹ء) برآمد ہوتا
ہے، کتاب فارسی زبان میں ہے۔

سبب تالیف: معتمد کے صاحبزادے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی نے
اپنے رسالے ”تحفہ فیض“ میں بوارق محمدیہ کی وجہ تالیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ تحریر فرمایا
ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت سیف اللہ المسلمول دہلی میں حضرت خواجہ قطب
الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا کہ حضرت خواجہ
قطب صاحب تشریف فرما ہیں اور آپ کے دونوں ہاتھوں پر کتابوں کا انبار ہے، کتابوں کا یہ انبار

(۱) سرمایہ میلہ احوال و آثار کا ترجمہ: مرتب نور الحسن راشد کا ترجمہ حلوٰی ص ۳۰۱ شمارہ ۲۱-۲۲، اکتوبر ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء

(۲) غالب اور بدایونی: ڈاکٹر شمس بدایونی، ص ۳۳، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ۲۰۱۰ء

(۳) آئندہ صفحات میں ہم اردو داں قارئین کی سہولت کے لیے صرف ”بوارق محمدیہ“ لکھیں گے۔

اتنا بلند ہے کہ آسمان تک پہنچ رہا ہے، حضرت نے عرض کیا کہ ”آپ نے یہ تکلیف کیوں کوارا فرمائی؟“ حضرت خواجہ قطب نے ارشاد فرمایا کہ ”یہ تمہارے لیے ہے، یہ کتابیں لے لو اور ان کی مدد سے شیطانی فتنے کو دفع کرو“، چنانچہ حضرت سیف اللہ المسلمول نے اسی اشارہ باطنی کے بعد بہ عجلت تمام بوارق محمدیہ تصنیف فرمائی (۱)

بوارق محمدیہ کا قلمی نسخہ: کتب خانہ قادریہ بدایوں میں بوارق محمدیہ کا ایک عمدہ قلمی نسخہ موجود ہے، یہ متوسط سائز کے ۴۸ بوارق پر مشتمل ہے، نہایت خوش خط ہے، ذیلی عنوانات لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں، کاتب کا نام درج نہیں ہے، سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ درج ہے۔ یہ نسخہ جس مجموعے (۲) میں شامل ہے اس کے سرورق پر ”حسین حیدر غفرلہ عنہ“ کے دستخط ہیں، یہ خانوادہ محمد کا تیسرا ماہرہ شریف کے چشم و چراغ حضرت سید شاہ حسین حیدر قادری برکاتی ہیں، آپ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے نواسے ہیں، مد رسہ قادریہ بدایوں میں رہ کر حضرت تاج الفحول سے اخذ علم ظاہری کیا، تاج الفحول کے اجلہ تلامذہ میں شمار ہوتا ہے ان رسائل کی کتابت کے بعد آپ نے اصل سے ان کا مقابلہ کیا ہے، ایک سے زیادہ جگہ اس بات کی صراحت موجود ہے۔

بوارق محمدیہ کی اشاعت: معروف محقق مالک رام نے لکھا ہے کہ:

(بوارق محمدیہ) پہلی مرتبہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ / اکتوبر ۱۸۵۰ء میں مطبع

دارالسلام دہلی میں چھپ کر شائع ہوئی تھی (۳)

کتب خانہ قادریہ میں یہ نسخہ موجود ہے، یہ چھوٹی تقطیع پر ۲۲۷ صفحات پر مشتمل ہے، سرورق سمیت ابتدا سے ۴ صفحات ناقص ہیں۔

(۱) ترجمہ ملخصاً ارتقہ فیض: عبدالقادر بدایونی میں ۲۶ فقر المطالع، میرٹھ

(۲) اس مجموعے میں مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں: (۱) المتعبد المستفہ (۲) سیف الجبار (۳) بوارق محمدیہ (۴) تنبیہات امجدی (۵) التصحیح المسائل (یہ تمام حضرت سیف اللہ المسلمول کی تصانیف ہیں) (۶) رسالہ در مسئلہ شفاعت از تاج الفحول (در رویاں مذہب حسین دہلوی (۷) فیوض الابرار از عبدالوحید قادری آبادی (۸) تنبیہ السبا از مولانا جمیل الدین بدایونی تلمیذ تاج الفحول در رسالہ مصباح الضعیفی از غوثی امداد علی اکبر آبادی۔ یہ تمام رسائل ایک ہی کاتب کے کتابت کیے ہوئے ہیں۔

(۳) تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد، حواشی از مالک رام، ص ۴۵۱، سائیتیا اکیڈمی دہلی ۱۹۹۰ء

بوارق محمدیہ کی دوسری اشاعت متوسط سائز پر ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، ابتدا سے صفحہ ۶۹ تک حاشیہ پر مصنف کی دوسری کتاب ”اتحاق حق وابطال باطل“ ہے، صفحہ ۷۰ سے حاشیہ اور متن دونوں میں بوارق محمدیہ ہے۔ یہ اشاعت حضرت تاج القہول کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا عمر الدین ہزاروی (وفات: ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء) کی فرمائش اور حافظ ولی محمد و محمد اسحاق صاحبان کے اہتمام و کوشش سے عمل میں آئی، مرقورق پر یہ عبارت درج ہے:

حسب الارشاد فیض بنیاد فاضل جلیل عالم نبیل جناب مولوی عمر الدین صاحب ہزاروی دام فیوضہ باہتمام تام و سعی مالا کلام المراجی الی رحمۃ اللہ الخلاق حافظ ولی محمد و محمد اسحاق صانہما اللہ عن شرورا لافاق۔

کتاب کے آخر میں (از ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۹) ”خاتمۃ الطبع“ کے عنوان سے مصنف کے حالات درج کیے گئے ہیں، اس کے بعد چند صفحات میں صحت نامہ اور فہرست کتاب ہے۔ ڈاکٹر ایوب قادری کے بقول خاتمۃ الطبع کے عنوان سے یہ حالات قاضی معین الدین کبھی میرٹھی کے جمع کردہ ہیں (۱) اگرچہ خاتمۃ الطبع میں اس بات کی صراحت نہیں ہے لیکن یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔

یہ اشاعت ”مطبع سوال ملیٹری ریفیج“ سے عمل میں آئی ہے، یہ مطبع کس شہر میں تھا یہ درج نہیں ہے، اور نہ ہمارے علم میں ہے، البتہ ڈاکٹر ایوب قادری نے ایک جگہ اس کو ”مطبوعہ میرٹھ“ لکھا ہے، ممکن ہے یہ درست ہو۔

اس میں سترہ اشاعت بھی مذکور نہیں ہے، کتاب کے آخر میں حضرت تاج القہول کی جانب سے یہ ”اعلان“ شائع کیا گیا ہے:

اعلان: رسالہ اتحاق حق اور کتاب بوارق محمدیہ کن تالیفات حضرت حامی اسلام ہادی انام قبلہ اولیائے زماں، کعبۃ اصفیائے دوراں حضرت ابی و استاذی و مرشدی جناب مولانا مولوی فضل رسول حقنی قادری قدس سرہ کو حافظ ولی محمد صاحب اور مولوی اسحاق صاحب نے یکمال کوشش و صرف

(۱) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد الہوی: ڈاکٹر ایوب قادری ص ۵۵ تاج القہول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۷ء

کثیرا اجازت فقیر حقیر طبع فرمایا ہے، لہذا ان کو حق تالیف بہہ کیا گیا، اہل اسلام کو جس قدر نسخے مطلوب ہوں ان سے طلب فرمائیں اور بغیر ان کی اجازت کے کوئی صاحب تصدیع کا نہ فرمائیں، اطلاعاً لکھا گیا۔

حررہ احقر الطہ عبد القادر قادری عفی عنہ

اس ”اعلان“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اشاعت مصنف کی وفات (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کے بعد عمل میں آئی ہے۔ حضرت تاج الفحول کی وفات ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ہوئی، لہذا اس کی اشاعت ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء اور ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کے درمیان ہوئی ہے۔

شوارق صدیہ میں مولانا غلام قادر بھیرودی نے ”بوارق محمدیہ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع دارالسلام دہلی“ کا حوالہ دیا ہے، ۱۲۶۹ھ والے اس نسخے کا ذکر کہیں اور نظر سے نہیں گذرا، ممکن ہے دارالسلام دہلی سے اس کی دو اشاعتیں ہوئی ہوں، ایک ۱۳۶۶ھ میں دوسری ۱۲۶۹ھ میں، اور یہ بھی بعید از مکان نہیں کہ شوارق صدیہ کے کاتب نے ۱۲۶۶ھ کو ہی ۱۲۶۹ھ لکھ دیا ہو۔

بوارق محمدیہ کے مشمولات: مصنف نے کتاب کو ایک مقدمہ اور دو باب پر ترتیب دیا ہے مقدمہ میں عرب اور ہندوستان میں وہابی تحریک کے آغاز و ارتقا کی تاریخ درج کی گئی ہے، پہلے باب میں وہابی عقائد اور دوسرے باب میں ان کے بعض اہل قلم کے مکائد (فریب) ذکر کیے گئے ہیں۔

مقدمہ کے مندرجات: مقدمہ میں مندرجہ ذیل مباحث زیر قلم آئے ہیں:

جزیرہ بحرب میں وہابیت کا آغاز اور کتاب التوحید کی تصنیف، وہابیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ، وہابیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ، امیر ایم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ، یمن اور مسقط میں فرقہ وہابیہ کا ظہور، ہندوستان میں وہابیت کا آغاز، سید احمد رائے بدیلوی کے مراتب و کمالات کتاب صراط مستقیم کی روشنی میں، تقویت الایمان کی تصنیف، علمائے دہلی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد، شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بدیلوی کی تحریک جہاد، فرقہ ظاہریہ اور دائرہ ظاہری، ابن حزم ظاہری کے احوال، شیخ ابن تیمیہ کے احوال، فرقہ ظاہریہ کے بعض عقیدے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار، شاہ اسماعیل دہلوی اور انکا تقلید، شاہ اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے وغیرہ۔

باب اول کے مندرجات: شاہ اسماعیل دہلوی ایران کے بعض ہم خیال علما کی تحریروں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مصنف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان حضرات کے ذریعے بیان کیے گئے اکثر جزئی مسائل پانچ بنیادی اصول یا کلیات سے متفرع ہیں، یعنی ان کے پانچ بنیادی اصول ہیں باقی تمام مسائل جزیہ انہیں سے نکلے ہیں، لہذا اگر ان کلیات ہی کو باطل کر دیا جائے تو ان کا پورا مذہب اپنے آپ باطل ہو جائے گا، باب اول میں انہیں پانچ کلیات کا رد و ابطال کیا گیا ہے۔

و د پانچ کلیات یا بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) اعمال و افعال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔

(۲) ہر بدعت (عام ازیں کہ شرعی ہو یا لغوی) حرام و کفر ہے۔

(۳) فعل مباح بلکہ حسن اور تمام امور خیرہ مدت اور زمان و مکان کی تخصیص سے حرام ہو جاتے ہیں۔

(۴) اشیا میں اصل اباحت نہیں بلکہ حرمت ہے۔

(۵) تشبہ (کسی بھی غیر قوم سے) مطلقاً مستلزم مساوات ہے۔

ان کلیات میں سے بعض کے بارے میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ ان وہابی علما کے ایجاد کردہ نہیں ہیں بلکہ یہ ماضی کے چند گمراہ فرقوں مثلاً معتزلہ اور خوارج وغیرہ کے عقائد و نظریات کا مجموعہ مرکب ہیں، ان کو رد کرنے کے لیے مصنف نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے تو مصنف معتزلہ وغیرہ کی کتابوں سے یہ دکھاتے ہیں کہ ان عقائد و نظریات کے بارے میں ماضی کے ان گمراہ فرقوں کا کیا نقطہ نظر تھا، جب یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ یہی عقائد ان فرقوں کے بھی تھے اس کے بعد ان عقائد کے رد میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مشہور مین علما اور متکلمین کے اقوال لاتے ہیں۔ پھر ان باطل کردہ کلیات کو تقویت الایمان اور مآثر مسائل وغیرہ کتابوں میں بیان کیے گئے جزی مسائل پر منطبق کر کے دکھاتے ہیں۔ آخر میں شاہ اسماعیل دہلوی کے بیان کردہ ان جزیات کے خلاف خود ان کے خاندان کے علماء مثلاً ان کے چچ محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور عم محترم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتابوں سے عبارات پیش کرتے ہیں۔

باب اول میں ان پانچ بنیادی اصولوں پر کلام کرنے کے بعد مصنف نے ”تکلمہ در بعض امور

ضروریہ“ کے تحت وہابیہ کے پانچ ایسے مسائل بیان کر کے ان کا رد و ابطال کیا ہے جن پر ان حضرات کو بہت اصرار ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ یہ وہ مسائل ہیں جو اہل سنت اور وہابیہ کے درمیان خط استیاز کھینچتے ہیں، اس لیے ان کا رد ضروری ہے، وہ پانچ مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) مسئلہ استعانت و استمداد بغیر اللہ۔ اس بحث میں مصنف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سے نو عبارتیں پیش کر کے استعانت بغیر اللہ کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

(۲) مسئلہ سماع اموات۔ اس بحث میں بھی مصنف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ دہلوی اللہ محدث دہلوی کی عبارتوں سے ارواح کے سماع اور ادراک کو ثابت کیا ہے۔

(۳) مسئلہ شفاعت۔

(۴) آثار صالحین سے تہرک کا انکار۔ اس مسئلے میں بھی مصنف نے شاہ عبدالعزیز کا ایک فتویٰ اور ان کی دیگر کئی عبارتوں سے دلائل پیش کیے ہیں۔

(۵) مسئلہ ما اہل الغیر اللہ۔ اس سلسلے میں مصنف نے اپنے معاصر کسی وہابی عالم کا ایک قدرے طویل فتویٰ نقل کر کے اس کا رد و بلیغ فرمایا ہے، ساتھ ہی اس مسئلے میں مولانا عبدالکیم پنجابی رحمہ اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درمیان ہونے والے ایک مباحثے کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

باب دوم کے مندرجات: باب دوم میں مصنف بوارق نے وہابیہ کے مکائد (فریب) کا ذکر کیا ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ وہابیہ کے مکائد دو طرح کے ہیں ایک مکائد اسماعیلیہ یعنی وہ فریب جو شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریروں میں موجود ہیں۔ دوسرے مکائد اسحاقیہ یعنی وہ فریب اور علمی خیانتیں جو مولانا شاہ اسحاق دہلوی سے منسوب کتابوں ”مآۃ مسائل“ اور ”الربعین مسائل“ میں موجود ہیں۔

مکائد اسماعیلیہ کے بارے میں مصنف نے فرمایا ہے کہ شاہ اسماعیل صاحب اپنی ہر بات کے ثبوت میں کوئی نہ کوئی آیت یا حدیث لکھ دیتے ہیں، حالانکہ جب آیت کا سیاق و سباق، شان نزول، متقدم اور معتبر مفسرین کی کتب اور حدیث پاک کے معتبر شارحین کی کتابوں کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ یا اس حدیث پاک کو شاہ صاحب کے دعوے سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔

مکائد اسحاقیہ کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں کہ مآۃ مسائل اور اربعین مسائل میں ہر مسئلے کے ثبوت میں آیت، حدیث، اصول یا فقہ کے کسی جزئیے کا حوالہ ضرور دیتے ہیں، مگر ان حوالوں میں مصنف نے طرح طرح کی خیانتیں کیں ہیں، مثلاً کہیں سیاق و سباق سے کات کر عبارت نقل کر دی ہے، کہیں کسی مصنف کی رد کردہ جات کو اسی کی جانب منسوب کر کے لکھ دیا ہے، کہیں علمی دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عبارت ہی غلط نقل کر دی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مصنف نے اس قسم کے مکائد کی سات مثالیں پیش کی ہیں۔

بوراق محمدیہ کے مشمولات کا یہ مختصر تعارف ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مکمل ہے۔

بوراق محمدیہ اور اس کے مصنف پر اکابر ملت کا اعتماد: مصنف کی تحقیقی گہرائی، عالمانہ تنقیدی اسلوب، حوالہ جات اور دلائل کی کثرت و قوت، اور کتاب کی جامعیت کی وجہ سے ابتدا ہی سے اکابر علمائے اہل سنت بوراق محمدیہ اور اس کے مصنف کو اعتبار و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے آ رہے ہیں، بہت سے اکابر نے اس کی عبارتوں کو بطور حوالہ پیش کیا ہے، بلکہ ایک دور میں بوراق محمدیہ اور اس کے مصنف کو اہل حق اور اہل سنت کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے والد ماجد حضرت مولانا خیر الدین دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہندوستان کے گذشتہ علما میں صرف مولوی فضل رسول بدایونی، جنہوں نے تقویت الایمان کے رو میں موطا الرحمن (بوراق محمدیہ) لکھی ہے، ٹھیک اسی رنگ پر تھے جو اس بارے میں والد مرحوم کا تھا، ان (مولانا فضل رسول بدایونی) کے علاوہ ہندوستان کا کوئی سخت سے سخت حنفی عالم بھی ان کے معیار حنفیت پر نہیں اتر سکتا تھا۔ (۱)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

اس کتاب (بوراق محمدیہ) کو علماء و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی نے ”الشوارق الصمدیہ“ کے نام سے

(۱) آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۱۶۴، حاشیہ پبلی کیشنز دہلی ۵۸ء

خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام و المسلمین میدان پیر مہر علی شاہ صاحب کلڑوی نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ”صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں“ (اعلائے کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹) دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”در بوارق فی توبہ امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آں حدیث روایت کردہ اند“ (مرجع سابق: ۱۶۳) ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ”میں جاہد ذکر چند از انفاں متبرکہ کہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید“ (مرجع سابق: ۱۹۵) حضور اعلیٰ کلڑوی قدس سرہ نے چاہا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ (۱)

حضرت مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی جو دہویں صدی کے آغاز میں پنجاب کے نامور اور جید عالم و مصنف گزرے ہیں، انہوں نے فرقہ و باہیہ اور علمائے دیوبند کے رد میں ایک ضخیم کتاب ”انوار آفتاب صداقت“ (سنہ تالیف ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء) تصنیف فرمائی، اس میں آپ نے شوارق صدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ کے طویل اقتباسات درج فرمائے ہیں۔ (۲)

بوارق محمدیہ کا جواب اور جواب الجواب: مولانا بشیر الدین قنوجی (۳) تیرہویں صدی کے مشہور عالم ہیں، شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریک ترک تقلید اور تقویت الایمانی نظریہ شرک و بدعت سے متاثر ہو کر انہیں کے عقائد و افکار کے حامل ہو گئے، شاہ اسماعیل دہلوی کے دفاع اور ان کے

(۱) مقدمہ سیف الجبار: از عبدالحکیم شرف قادری، ص ۱۲۰ مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۹۷۳ء

(۲) دیکھیے: انوار آفتاب صداقت: قاضی فضل احمد لدھیانوی، از ص ۵۵۵ تا ص ۵۵۵، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، ۲۰۱۱ء

(۳) مولانا بشیر الدین بن کریم الدین عثمانی قنوجی کی ولادت ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں قنوج میں ہوئی، بریلی میں نشو و نما پائی، حافظ علی احمد بریلوی، مولانا مفتاح حسین بریلوی، مولانا محمد حسن بریلوی، شیخ الداد رامپوری مولانا ابو حامد الدین بقرہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

مخالفین کے رد و ابطال میں کئی رسالے تصنیف کیے، اس سلسلے میں فضلاء ہمدرد سہ قادر یہ ہدایوں سے ان کی خوب معرکہ آرائیاں رہیں، (۱) انہوں نے بوارق محمدیہ کی اشاعت اول (۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) کے تقریباً ۱۴ برس بعد اس کا جواب لکھا، جس طرح بوارق محمدیہ کے دو نام تھے اسی طرح قنوجی صاحب نے اسی ردیف و قافیہ میں اپنی کتاب کے بھی دو نام رکھے:

(۱) الصواعق الالهية لطرد الشياطين اللهانية

(۲) سيف الرحمن على رأس الشيطان

یہ کتاب فارسی میں ہے، اس کا وہ ابتدائی حصہ جس میں بوارق محمدیہ کے مقدمے کا جواب لکھا گیا ہے وہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہ ۲۴ صفحات مطبع احمدی آگرہ سے ۱۲۸۰ھ / ۶۲-۱۸۶۳ء

پچھلے صفحہ پر۔۔۔۔۔

بگڑائی، اور مولانا قدس اللہ بکھنوی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شیخ رحیم الدین بخاری (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) سے اجازت حدیث حاصل کی، دہلی، مراد آباد، علی گڑھ، کانپور اور نوکب وغیرہ متعدد مقامات پر مسند درس آراستی کی، آخر الامر بھوپال کے قاضی مقرر ہوئے اور وہیں پر ۱۲۹۶ھ / ۷-۸-۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔ سلاطینہ میں مولانا حسن الحق فیاضی، مولانا امیر حسن سمسوالی، مولانا وحید الرحمان بکھنوی اور بی بی گلکٹر سید امین علی اکبر آبادی وغیرہ قابل ذکر ہیں، تصانیف میں حاشیہ میرزا محمد، حاشیہ میرزا محمد شرح موقوفہ، شرح موطا، تخریج احادیث، شرح عقائد، کشف المہم شرح مسلم الثبوت وغیرہ مشہور ہیں (بہ تشخیص واختصار از زینبہ الخواطر: سید عبدالغنی رائے بریلوی، ج ۷/ ص ۱۱۳ تا ۱۱۵ ار دار عرفات، رائے بریلی ۱۹۹۲ء)

(۱) شاہ محمد امین دہلوی (نواسر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کی جانب منسوب کتاب ”ماتہ مسائل اور ”اربعین مسائل“ کے رو میں حضرت سیف اللہ المسلمول نے فارسی زبان میں ”صحیح المسائل“ لکھی، اس کتاب کے جواب میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے فارسی زبان میں ”تفہیم المسائل“ (”مطبع مطبع الرحمن، دہلی، ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء) لکھی، اس کے جواب میں سیف اللہ المسلمول کے بھانجے اور شاگرد مولانا فیض احمد رسواہی اونی اور مولانا عماد الدین سنبھلی (تلمیذ سیف اللہ المسلمول) نے قلم اٹھایا، اول الذکر نے ”تعلیم الیاءل“ لکھی اور ثانی الذکر کی کتاب کا نام ”افہام الغافل“ (”مطبع محبوبی، دہلی، ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳-۵۳ء) ہے۔

اسی طرح مولانا شاہ سلامت اللہ رحمہ اللہ نے مسئلہ میلاد و قیام پر فارسی زبان میں ”اضباع الکلام فی اثبات المولد والقیام“ (”مترتلف ۱۲۷۲ھ / ۵۶-۱۸۵۵ء) تصنیف کی تو اس کے رو میں قنوجی صاحب نے ”تعلیم الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام“ لکھی، اس کتاب کے جواب میں حضرت تاج الملک نے قلم اٹھایا اور ”سيف الاسلام المسلمول علی المناہج عمل المولد والقیام“ (”مطبع لیبی، آگرہ) تصنیف فرمائی، یہ تاریخ نام ہے جس سے کتاب کا مترتلف ۱۲۸۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ سیف الاسلام کے جواب میں مولانا قنوجی یا ان کے کسی شاگرد نے رسالہ ”مطهر صحر الاسلام“ لکھا، اس کے جواب میں حضرت سید شاہ حسین حیدر برکاتی مارہروی (تلمیذ تاج الملک) نے ”مصمیم الاسلام“ تصنیف کی۔

میں شائع ہوئے، اس کے آٹھ برس بعد کتاب کا باقی حصہ کانپور سے ۱۲۸۸ھ/۷۲-۱۸۷۱ء میں شائع ہوا۔ (۱)

مولانا قنوجی کی اس کتاب کا جواب استاذ العلماء مولانا محب احمد قادری بدایونی (تلمیذ تاج الفحول) نے لکھا، اس کتاب کے بھی دو نام ہیں:

(۱) الطوارق الاحمدیۃ لاستیصال بناء دین النجلیۃ

(۲) صارم الدیان علی قرن الشیطان

یہ دونوں تاریخی نام ہیں جن سے کتاب کا سنہ تالیف ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ الطوارق الاحمدیۃ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ/ اگست ۱۸۷۲ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ کتاب فارسی میں ہے اور ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا بشیر الدین قنوجی کی اس کتاب کے جواب میں حافظ بخاری مولانا سید شاہ عبدالصمد سہوانی (تلمیذ رشید تاج الفحول) نے دو رسالے تالیف فرمائے:

(۱) الطوارق الصمدیۃ لدفع جنود البھیا طین النجدیۃ (یہ تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۸۸ھ برآمد ہو رہا ہے)

(۲) جمعہ تلمیذات صواعق (یہ بھی تاریخی نام ہے، جس سے ۱۲۸۸ھ برآمد ہو رہا ہے)

اول الذکر میں مولانا قنوجی کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے بوارق محمدیہ کے مقدمے پر کیے تھے، اور دوسرے رسالے میں باقی کتاب پر جوابی رد کیے گئے ہیں ان کا دفاع کیا گیا ہے۔ یہ دونوں رسالے مستقل تصنیف کے ذیل میں نہیں آتے بلکہ ان میں الطوارق الاحمدیہ ہی کے بعض مضامین تلخیص و اختصار کے ساتھ درج کیے گئے ہیں، جیسا کہ رسالہ الطوارق الصمدیہ کی تمہید سے اشارہ ملتا ہے۔

یہ تینوں رسالے (الطوارق الاحمدیہ، الطوارق الصمدیہ اور جمعہ تلمیذات صواعق) ایک ساتھ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ/ اگست ۱۸۷۲ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئے۔ حافظ بخاری کے مذکورہ دونوں رسالے اردو میں ہیں۔

(۱) الطوارق الصمدیہ: عبدالصمد سہوانی، ۱/ مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء

ہوارق محمدیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد: ہوارق محمدیہ کے بعض مندرجات پر مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ”تذکرہ“ میں اپنے مخصوص اسلوب میں تنقید بلکہ تضحیک فرمائی ہے، حالانکہ ہوارق محمدیہ کے ان مقامات کو بنظر غائر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی تنقید و تضحیک میں مولانا آزاد حق بجانب نہیں ہیں۔ آج سے ۳۷ برس پہلے ہم نے اپنے ایک مضمون (۱) میں مولانا آزاد کی اس تنقید کا تنقیدی جائزہ لیا تھا، اس مضمون کے بعض ضروری حصے کچھ حذف و اضافے کے ساتھ موقع کی مناسبت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد ”تذکرہ“ میں شیخ ابن تیمیہ کے سلسلے میں علمائے ہند کی بے خبریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لیکن عام علمائے ہند کی بے خبریوں کا اس بارے میں جو حال رہ چکا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ مولوی فضل رسول بدایونی مرحوم سوط الرحمن میں لکھتے ہیں: داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا، اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خمیث تھا، پھر ابن حزم کا شاگرد ابن قیم تھا اور ابن قیم کا شاگرد شیخ ابن تیمیہ، ابن تیمیہ نے ایک نیا دین نکالا ”بعض اشرا بد اطوار، جہلا، فسقہ در حلقہ افتیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ پر پامودند“ اور ان تمام مؤرخانہ تحقیقات کے لیے آخر میں ”طبقات سنی“ کا حوالہ بھی دیتے ہیں! ایسی ہی تاریخی تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھیں چوں سکندر ذوالقلمین باعانت رستم شاد بابل در میدان پانی پت ہا محمود غزنوی پیکا رمودہ چنانکہ فروسی در سکندر نامہ تفصیل حالش پر داخت۔ کجا ابن حزم اور کجا ابن قیم؟ بینہما مفاوز تنقطع فیہا اعناق المطی پھر لطف یہ کہ ابن تیمیہ ابن قیم کے شاگرد تھے اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرا و جہلا تھے! اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوتاہیاں معاف فرمائے اور جو گنہگار چکے ہیں ان کی مغفرت۔ (۱)

(۱) ”مولانا ابوالکلام آزاد کا سماج“، مطبوعہ ماہنامہ جام نور دہلی، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۹ء

ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ بوارق محمدیہ کی فارسی عبارتوں کی اردو تعبیر میں مولانا آزاد سے لغزش ہوئی ہے، داؤد ظاہری کے بارے میں مصنف بوارق محمدیہ نے لکھا تھا:

داؤد بن علی اصہبانی محدث جلیل الشان مبتلا سے وسوسہ شیطان گردیدہ قائل بتخلق قرآن وحدوث آل گشت۔ (۲)

ترجمہ: داؤد بن علی اصہبانی جو محدث جلیل تھے شیطان و وسوسہ میں مبتلا ہو کر قرآن کے مخلوق اور حادث ہونے کے قائل ہو گئے۔

ابن حزم ظاہری کے بارے میں مصنف نے لکھا تھا:

دقیقہ در توہین و تذلیل بلکہ تفسیق و تکفیر ائمہ دین فروگذار شد نہ نمودہ و کتب عدیدہ تصنیف کردہ ہر گاہ حیث باطن او ظاہر گردیدہ علما و صلحاے عصر باتفاق امام ابوالولید باجی کہ از عراق طلبیدہ بودند ابن حزم را بزمیر حساب آوردہ، کتب او را در مجمع پیش کردہ ابن حزم را چنانچہ باید و شاید عاجز و سہکت ساختہ در ہماں محفل آل کتب را چاک کردہ پائش سوختند (۳)

ترجمہ: (ابن حزم نے) ائمہ دین کی توہین و تذلیل بلکہ تفسیق و تکفیر میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، متعدد کتابیں تصنیف کیں، جب اس کا بحث باطن ظاہر ہو گیا تو اس زمانے کے علما و صلحا نے امام ابوالولید باجی کے ساتھ جن کو عراق سے بلوایا گیا تھا ابن حزم کا محاسبہ کیا۔ ان کی کتابیں مجمع عام میں پیش کی گئیں اور ابن حزم کو (بحث میں) عاجز و سہکت کر دیا گیا۔ اسی محفل میں ان کی کتابیں چاک کر کے ہنڈرائش کر دی گئیں۔

پھر صرف ایک سطر کے بعد مصنف کتاب نے ایک انصاف پسند ناقد کی حیثیت سے ابن حزم کی غرارت علمی کا بھی اعتراف کیا ہے:

(۱) تذکرہ ص: ۲۵۰، ۲۵۱، مرتبہ مالک رام، سہیہ انڈی دہلی ۱۹۹۰ء

(۲) بوارق محمدیہ ص: ۲۹

(۳) بوارق محمدیہ ص: ۳۰

غزارت علم از کتب او ظاہر فاما بسبب جرأت کثیر الاغلاط و خیلے بے احتیاط (۱)
ترجمہ: ان کی کتابوں سے ان کی غزارت علمی ظاہر ہے، مگر جرأت کے سبب
بڑی غلطیاں کرنے والے اور بڑے بے احتیاط تھے۔

مصنف بوارق محمدیہ کی اصل عبارت پڑھنے کے بعد اب مولانا آزاد کے الفاظ دوبارہ پڑھیے کہ
”واؤ ظاہری شیطان کا قبیح تھا، اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خبیث تھا“، ایسا لگتا ہے کہ
یہاں ”حب علی“ اور ”بغض معاویہ“ دونوں جذبوں نے ایک ساتھ اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ حقیقت یہ
ہے کہ مصنف نے واؤ ظاہری اور ابن حزم کے بارے میں چند سطروں میں جو مصنفانہ تنقید فرمائی
ہے اس کو سامنے رکھ کر آپ کتب طبقات کھنگال ڈالیں اس کے نتیجے میں ان دونوں حضرات کی
شخصیت کا جو مرقع بنے گا اس پر یہ چند سطوریں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ منطبق ہوتی نظر
آئیں گی۔

بوارق محمدیہ کے حوالے سے مولانا آزاد نے تیسری بات یہ لکھی ہے کہ ”پھر ابن حزم کا
شاگرد ابن قیم ہوا“ اور اس پر اپنے مخصوص انداز میں چوٹ کرتے ہیں کہ ”کجا ابن حزم اور کجا ابن
قیم؟ ہینھما مغاویز تنقطع فیہما عنان المطی“ اس ریمارک پر ہم مولانا آزاد کو حذو رکھتے
ہیں کیوں کہ یہ غلط فہمی کا تب کی مہربانی کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بوارق محمدیہ ۲۶۵ھ میں تالیف کی گئی، جو اگلے سال ۲۶۶ھ
/ ۱۸۵۰ء میں منظر عام پر آئی، اس میں جگہ جگہ کتابت کی اغلاط موجود تھیں، مصنف نے ابن قیم
کے بارے میں یہ لکھا تھا:

پس ازال ابن قیم وغیرہ تلامذہ اش ہم بتائید اور ہر خاستند و کتابا ہائے عجیبہ
تصنیف نمودند۔

ترجمہ: ان کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ ان کی تائید میں اٹھ
کھڑے ہوئے اور عجیب و غریب کتابیں تصنیف کیں۔

یہ جملہ مصنف نے اپنے مسودے کے حاشیے پر لکھا تھا جس کو ابن تیمیہ کے ذکر کے بعد آنا تھا اور

بات بالکل درست تھی کہ ابن تیمیہ کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم ان کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے، مگر کاتب نے غلطی سے اس جملے کو ابن حزم کے ذکر کے بعد اور ابن تیمیہ کے ذکر سے پہلے کتابت کر دیا اب مفہوم یہ بن گیا کہ ”ابن حزم کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم اٹھ کھڑے ہوئے“، اس پر مولانا آزاد کو ایک خوبصورت عربی جملہ چسپاں کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔

جب بوارق محمدیہ شائع ہو کر آئی تو فوراً مصنف کو کتابت کی اس غلطی کا احساس ہو گیا، بیس تو اس کو حضرت سیف اللہ المسلمول کی فراست ایمانی ہی کہوں گا کہ انہوں نے مولانا آزاد کے اس ربیہارک سے ستر برس پہلے ہی حقیقت کی وضاحت کر کے مولانا کے ربیہارک کو بے وزن کر دیا۔ بوارق محمدیہ کی تالیف کے بعد ۱۲۶۶ھ ہی میں حضرت نے ”اکمال فی بحث شد الرحال“ (یہ بھی تاریخی نام ہے) تصنیف فرمائی، جس میں بوارق محمدیہ کی زیر بحث عبارت کا خلاصہ درج کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا:

کاتب مطبع ذکر ابن قیم را کہ بر حاشیہ مسودہ بود از غلطی بالائے ذکر ابن تیمیہ
نوشتہ است (۱)

ترجمہ: کاتب مطبع نے ابن قیم کے ذکر کو جو مسودے کے حاشیہ میں تھا ابن تیمیہ کے ذکر کے اوپر لکھ دیا۔

مصنف کی وفات کے چند سال بعد جب بوارق محمدیہ دوبارہ بڑی تقطیع پر شائع ہوئی (۲) تو اس میں اس غلطی کی اصلاح کر لی گئی اور ابن قیم کے ذکر کو ان کے استاد ابن تیمیہ کے ذکر کے بعد درج کر دیا گیا۔ بوارق محمدیہ کے قدیم و جدید دونوں نسخے اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں یہ عبارت کتابت کی مذکورہ غلطی کے ساتھ طبع اول کے ص ۲۹ پر ہے اور تصحیح کے ساتھ طبع دوم کے ص ۳۲ پر۔ مولانا آزاد کے مطالعے میں طبع اول والا نسخہ آیا ہو گا جس میں کاتب کی مہربانی شامل تھی اسی لیے ہم نے لکھا تھا کہ اس معاملے کی حد تک ہم مولانا کو معذور سمجھتے ہیں۔

مولانا آزاد بوارق محمدیہ کے بارے میں چوتھی بات یہ لکھتے ہیں کہ ”پھر لطف یہ کہ ابن تیمیہ

(۱) اکمال فی بحث شد الرحال جس ۸، مطبع الہی، آگرہ ۱۲۶۶ھ

(۲) اس نسخے کے مطبع کے بارے میں ہم غرضیہ صفحات میں اشارہ کر چکے ہیں۔

ابن قیم کے شاگرد تھے، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ یہ سہو ہے کیوں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ابن قیم ابن تیمیہ کے شاگرد تھے نہ کہ اس کا برعکس، مگر یہ سہو معصوف بوارق محمدیہ کا نہیں بلکہ خود مولانا آزاد کا ہے، کیوں کہ بوارق محمدیہ میں سرے سے اس عبارت کا وجود ہی نہیں ہے، ”تذکرہ“ کے مرتب و حاشیہ نگار مالک رام نے علمی امانت کے تحت حاشیے میں بات صاف کر دی ہے، لکھتے ہیں:

یہ سہو ہے، مولوی فضل رسول نے ابن تیمیہ کو ابن قیم کا شاگرد نہیں کہا۔ (۱)

مولانا آزاد نے معصوف بوارق محمدیہ کی جانب ”سہو“ جو عبارت منسوب کر دی ہے اس پر نا طبقہ سر بگرہاں اور خامہ انگشت بدنداں ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا؟

معصوف بوارق محمدیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا تھا:

بعضے اشرار بد اطوار از جہلہ و فتنہ حلقہ انقیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ

ہنگامہ برپا نمودند (۲)

ترجمہ: جہلا و فاسقین میں سے بعض اشرار بد اطوار ان کے حلقے میں داخل

ہوئے اور بلاد اسلامیہ میں عجب ہنگامہ برپا کر دیا۔

اس پر مولانا آزاد تعجب کے ساتھ لکھتے ہیں:

اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار و جہلات تھے!

اس پر عرض ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی شخصیت ابتدائی سے مختلف فیہ اور متنازع رہی ہے، گذشتہ

۶۷ سال میں علامہ موصوف کی مدح و ستائش اور ان پر دو قدح کے سلسلے میں ہزاروں صفحات

سیاہ کیے جا چکے ہیں، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ بوارق

محمدیہ لکھتے وقت معصوف کے سامنے امام سبکی کی طبقات الشافعیہ تھی، جیسا کہ ان کے اس جملے سے

واضح ہوتا ہے کہ ”در طبقات سبکی تمام ماجرا موجود“ لہذا انہوں نے جو کچھ لکھا طبقات سبکی پر اعتماد

کرتے ہوئے لکھا، اب اگر اس سلسلے میں الزام کا کوئی داغ لگتا ہے تو امام سبکی کا دامن داغ دار ہوگا

(۱) حواشی تذکرہ، ص: ۴۵۲، سابقہ اکائی دہلی، ۱۹۹۰ء

(۲) بوارق محمدیہ، ص: ۳۲

مصنف بوارق محمدیہ اپنے ماخذ کا حوالہ دے کر اس الزام سے بری ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جہاں تک شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں اس خاص جملے کا تعلق ہے تو یہ بھی مصنف بوارق محمدیہ کا طبع زاد نہیں ہے، خود شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید امام ذہبی نے شیخ کے ساتھیوں کے بارے میں اس سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ امام ذہبی نے اپنے استاد ابن تیمیہ کی فہمائش کے لیے ان کو ایک خط لکھا تھا، علمی حلقوں میں یہ خط ”النصيحة الذهبية“ کے نام سے مشہور ہے۔ امام ذہبی شیخ ابن تیمیہ کو خطا طبع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: میں گمان نہیں کرتا کہ آپ میری بات مانیں گے اور میری نصیحت پر کان دھریں گے، بلکہ آپ کے اندر تو اتنی ہمت ہے کہ میرے اس ایک ورق کے رد میں کئی جلدیں لکھ ڈالیں اور مجھے برا بھلا کہیں اور آپ اس وقت تک مجھ پر برستے رہیں گے جب تک میں یہ نہ کہہ دوں کہ میں ساکت ہوا، جب مجھ جیسے شخص کی نظر میں آپ کا یہ حال ہے جو کہ آپ کا مشفق، آپ سے محبت کرنے والا اور آپ کا چاہنے والا ہے تو پھر آپ کے دشمنوں کی نظر میں آپ کا کیا حال ہوگا، خدا کی قسم آپ کے دشمنوں میں صلحا و فضلا اور عقلا ہیں جیسا کہ آپ کے حمایتیوں میں فاجر، جھوٹے، جاہل اور ناقص لوگ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں صاحب بوارق محمدیہ نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھا ہے۔ امام ذہبی کی یہ نصیحت سنی کی طبقات شافعیہ میں بھی ہے اور الگ سے امام زاہد کوثری کی تعلیقات کے ساتھ بھی شائع ہو چکی ہے، اس کے مخطوطے کا اسکین انٹرنیٹ پر موجود ہے اور وہیں سے Download کر کے ہمارے کمپیوٹر میں بھی محفوظ ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ہم اس بات سے غافل نہیں ہیں کہ بعض حضرات نے اس مکتوب کو فرضی اور جھوٹ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ محمد بن ابراہیم الشیبانی کا رسالہ ”التوضیح الجلی فی الرد علی النصيحة الذهبية المنحولة علی الامام الذهبي“ ہمارے علم میں ہے اس کے علاوہ امام ذہبی کی کتاب ”المہذب فی اختصار

السنن الکبیر کے مقدمے میں بھی استاذ زکریا علی یوسف نے ”النصبیحة المذهبية مزورة“ کے عنوان سے (ص ۴ تا ص ۷) اس سلسلے میں داؤد حقیق دی ہے۔ اسی کتاب کے جز اول کے آخر میں (ص ۴۹۱ تا ص ۵۰۱) محقق محمد حسین العتبی نے بھی اس پر کلام کیا، ان حضرات نے داخلی اور خارجی شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ امام ذہبی کا خط نہیں ہے بلکہ شیخ ابن تیمیہ کے کسی مخالف (غالباً ابن قاضی شہبہ) نے اس کو لکھ کر ذہبی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ان حضرات نے جو دلائل دیے ہیں ان سب پر بحث و نظر کی گنجائش ہے اور جو حضرات اس کو امام ذہبی کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے پاس بھی اس سلسلے میں ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔ اس تمام رد و قدح کی تفصیل کے لیے ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔ مختصر یہ کہ صاحب بوارق محمدیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہے جو پہلے سے نہ کہی جا رہی ہو۔ تقریباً ایک صفحہ آگے جانے کے بعد مولانا آزاد پھر پلٹ کر بوارق محمدیہ پر حملہ کرتے ہیں:

صاحب سوط الرحمن نے امام داؤد ظاہری کی نسبت جو لعن و طعن کیا ہے تو یہ

دوسری مصیبت ہے اور عامہ علماء ہند کی بے خبریوں کی ایک واضح

مثال۔

اس پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ صاحب بوارق محمدیہ نے امام داؤد ظاہری پر جو ”لعن و طعن“ کیا ہے اس کا حرف بحرف ترجمہ یہاں نقل کر دیں تاکہ آگے بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

”داؤد بن علی اصہبانی جو حلیل الشان محدث تھے، شیطان کے دوسے میں مبتلا ہو کر قرآن کے مخلوق اور حادث ہونے کے قائل ہو گئے، قیاس کے رد میں ایک رسالہ املا کروایا، اس وقت کے اکابر نے ہر چند فہمائش کی کہ تم قیاس کو رد کرتے ہوئے اور خود ہی قیاس کو رد کرنے کے لیے سیکڑوں قیاس کرتے ہو یہ کیا بلا ہے؟ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بالآخر ہر طرف سے سرزنش کی نوبت آئی اور داؤد کے رد و اخراج کا فیصلہ قرار پایا۔ جس جگہ بھی وہ جاتے تھے یہی حکم (یعنی رد و اخراج کا) ان کا ہم سفر ہوا کرتا تھا، جس

وقت نبیؐ پورے ان کے ساتھ محمد بن یحییٰ ذہلی اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ ان کے رد و اخراج کا سبب بنے تو وہ وہاں سے بغداد آگئے اور امام احمد بن حنبل کی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ امام احمد بن حنبل ان کے سوئے اعتقاد کا حال جانتے تھے لہذا اپنی محفل میں باریابی کی اجازت نہیں دی۔ امام احمد کے صاحبزادے نے عرض کیا، داؤد انکار کرتے ہیں (یعنی ان کے بارے میں جو بدعتیہ کی منسوب ہے اس سے انکار کرتے ہیں) امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی زیادہ سچے ہیں، انھوں نے داؤد کا حال مجھے لکھ کر بھیجا ہے، خبر دار وہ (داؤد) میرے سامنے نہ آئے۔ سعید بن عمرو الہرزعی نے کہا کہ ہم ابو زرعہ کی مجلس میں تھے کہ عبدالرحمن بن ثراش نے کہا کہ داؤد کا کفر ہے اور وراق داؤد نے ابو حاتم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے داؤد کے بارے میں کہا کہ وہ گمراہ اور گمراہ گر تھا، اس کے وسوسوں اور خطرات کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس وقت کالمین کی کثرت اور سید المرسلین ﷺ کے عہد مبارک سے قرب کی وجہ سے داؤد کے فساد کا سلسلہ زیادہ لمبا نہیں چلا اور علمائے اعلام کی کوششوں سے اس کا پایہ اعتبار سا قیض ہو گیا۔“ (۱)

داؤد ظاہری کے ”محدث جلیل الشان“ ہونے، قیاس کو رد کرنے، خلق قرآن کے قائل ہونے اور ان کے جلاوطن کیے جانے کے یہ سب معاملات کوئی ایسے راز ہائے سر بستہ نہیں ہیں کہ مولانا آزاد جیسے ”ہمہ دال“ سے پوشیدہ رہ گئے ہوں۔ لسان المیزان، تذکرۃ الخطا، تاریخ بغداد، آپ کوئی بھی کتاب اٹھائیں آپ کو الفاظ و اسلوب کے ذرا فرق کے ساتھ یہ سب باتیں مل جائیں گی۔ امام احمد بن حنبل کے سلسلے میں مصنف نے جو واقعہ لکھا ہے اس کو حافظ ابن حجر کی زبانی بھی ملاحظہ کر لیں:

قلت و قد مرارہ المدخول علی الامام احمد فممنعه وقال كتب

الی محمد بن یحییٰ المہلی فی امرہ وانہ زعم ان القرآن
محدث فلا یقرنی فقیل یا ابا عبد انہ ینتفی من ہلما وینکرہ
فقال محمد بن یحییٰ اصدق منه (۱)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (داؤد ظاہری نے) امام احمد کی مجلس میں داخل
ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی
نے مجھے ان کے بارے میں لکھ بھیجا ہے کہ وہ قرآن کو حادث سمجھتے ہیں۔ وہ
ہرگز میرے قریب نہ آئیں، امام احمد سے کہا گیا کہ اے ابو عبد اللہ ان
تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ اس کے
مقابلے میں زیادہ سچے ہیں۔

اسی واقعے کو قدرے تفصیل کے ساتھ خطیب بغدادی نے بھی نقل کیا ہے (۲)
مصنف بوارق محمدیہ اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک
فارسی میں ہے اور دوسری عربی میں۔
صاحب بوارق محمدیہ نے سعید بن عمرو کے حوالے سے جو واقعہ لکھا ہے وہ خطیب بغدادی کی ربائی
ملاحظہ کریں:

حدثنا سعید بن عمرو البروذعی قال کنا عند ابی زرعة
فاختلف رجلان من اصحابنا فی امر داؤد الاصبہانی
والمزنی وهم فضل الرازی وعبد الرحمن بن خراش
البغدادی فقال ابن خراش داؤد کافر۔ (۳)
ترجمہ: ہم سے سعید بن عمرو البروذعی نے بیان کیا کہ ہم لوگ ابو زرعة کی
مجلس میں تھے، ہمارے اصحاب میں سے دو لوگوں نے داؤد اصفہانی اور

(۱) لسان المیزان: حافظ ابن حجر عسقلانی ج: ۲/ ص: ۴۲۲، مؤسسة الاعلیٰ بیروت ۱۴۰۶ھ

(۲) دیکھیے تاریخ بغداد ج: ۸/ ص: ۳۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۳) تاریخ بغداد ج: ۲/ ص: ۳۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت

المزنی کے بارے میں اختلاف کیا یہ دونوں (اختلاف کرنے والے)
 قاضی رازی اور عبدالرحمن بن خراش الیغدادی تھے۔ ابن خراش نے کہا کہ
 داؤد کا فر ہے۔

یہاں بھی مصنف بوارق محمدیہ کا اس سے زیادہ اور کوئی قصور نہیں ہے کہ انھوں نے تاریخ بغداد سے
 اس روایت کا ترجمہ نقل کر دیا ہے۔

صاحب بوارق محمدیہ نے وراق داؤد کے حوالے سے امام ابو حاتم کا جو قول نقل کیا ہے کہ
 داؤد ”گمراہ اور گمراہ کرتے“، یہ بات بھی انہوں نے اس طرح ہوا میں نہیں لکھی جیسے مولانا آزاد
 نے صاحب بوارق محمدیہ کی طرف منسوب کر کے ایک فرضی بات لکھ دی تھی جس پر مالک رام کو بھیج
 کر ماری بلکہ وراق داؤد کے حوالے سے امام ابو حاتم کا یہ قول حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں
 نقل کیا ہے (۱)

امام ابو حاتم رازی نے ”امام داؤد ظاہری کی نسبت جو لعن طعن کیا ہے“ چلتے چلتے اس کو بھی
 دیکھتے چلیے تاکہ ہمارا یہ سوال اور مضبوط ہو سکے کہ آخر مصنف بوارق محمدیہ نے ایسی کون سی بات لکھ
 دی تھی کہ ان کی عبارت ”بے خبری کی ایک واضح مثال“ قرار پائی، ابو حاتم فرماتے ہیں:

روى عن اسحاق الحنظلي وجماعة من المحدثين وتفقه
 للشافعي رحمه الله تعالى ثم ترك ذلك ونفى القياس
 والى في الفقه على ذلك كتبنا فيه عن السلف وابتدع
 طريقة هجره اكثر اهل العلم عليها وهو مع ذلك صديق
 في روايته وثقله واعتقاده إلا ان رأيه اضعف الاراء وابعده
 هامن طريق الفقه واكثرها شذوذاً. (۲)

ترجمہ: داؤد ظاہری نے اسحاق حنظلی اور محدثین کی ایک جماعت سے
 روایت کی ہے مذہب شافعی پر فقہ حاصل کیا، پھر اس کو ترک کر دیا، قیاس کی

(۱) دیکھیے لسان المیزان ج ۲/ص ۴۴۳

(۲) لسان المیزان: حافظ ابن حجر ج ۲/ص ۴۴۳

نفی کی اور فقہ میں اسی طریقہ پر (یعنی نفی قیاس کے طریقے پر) کئی کتابیں لکھیں، جن میں سلف صالحین کے طریقے سے الگ ہو گئے اور ایک نیا طریقہ ایجاد کیا، اس طریقہ کی بنیاد پر اکثر اہل علم نے ان کو چھوڑ دیا، لیکن اس کے باوجود وہ اپنی روایت، نقل اور اعتقاد میں سچے تھے، مگر ہاں ان کی رائے کمزور ترین، طریق فقہ سے بعید اور اکثر شاذ ہوا کرتی تھی۔

ہمارے خیال میں لسان المیزان میں درج اس ”لعن طعن“ کے مقابلے میں بوارق محمدیہ کا ”لعن طعن“ پھر بھی ہلکا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ صرف بوارق محمدیہ کے مصنف ہی مولانا کے مورد لطف و کرم ٹھہرے!۔ اگر داؤد ظاہری کے بارے میں بوارق محمدیہ کی عبارت بے خبری کی دلیل ہے تو آخر پھر امام ابو حاتم رازی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور خطیب بغدادی کو بھی ”بے خبر“ کیوں نہ قرار دے دیا جائے؟۔

داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے بارے میں بوارق محمدیہ کی تحقیقات کا مذاق اڑاتے ہوئے مولانا رقم طراز ہیں:

ایسی ہی تاریخی تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھیں
چوں سکندر ذوالقرنین باعانت رستم شاہ بابل در میدان پانی پت با محمود
غزنوی پیکا رنمود چنانکہ فردوسی در سکندر نامہ تفصیل حالش پر واخستہ۔ (۱)
(جب سکندر ذوالقرنین نے بادشاہ بابل رستم کی مدد سے پانی پت کے میدان میں محمود غزنوی سے جنگ کی جیسا کہ فردوسی نے سکندر نامہ میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔)

تفنن طبع کے طور پر ہم نے بھی یہ جملہ پڑھا اور اس کا لطف اٹھایا اس فارسی جملے کے باوجود اور برجستہ استعمال (جو مولانا کا خاص وصف ہے) پر مولانا آزاد کو داؤد دی جاسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بوارق محمدیہ کی مذکورہ تحقیقات سے اس جملے کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا ذوالقرنین کا محمود غزنوی یا فردوسی کا سکندر نامہ سے۔

دیانت دارانہ اور منصفانہ تنقید کا تقاضا ہے کہ ہم آخر میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ کر دیں ممکن ہے مولانا آزاد کا کوئی وکیل صفائی یہ دلیل دے کہ ”تذکرہ“ مولانا نے رانچی کے زمانہ نظر بندی میں تالیف کی تھی، جہاں ان کے پاس سوائے دو چار کتابوں کے کوئی ذخیرہ کتب نہیں تھا۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا اپنی یادداشت کی بنیاد پر لکھا، وہ خود تذکرہ کے آخر میں اس کا اعتراف کرتے ہیں:

تمام کتابیں فلکتہ میں پڑی ہیں، بجز اپنے قلمی مسودات اور ایک نسخہ ”مصحف“ کے اور کوئی کتاب ہمراہ نہیں، جب یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا تو بعض حالات کے لیے صرف تذکرہ الاولیاء میں، اخبار الاخبار اور طبقات اکبری منگوائی اور بعد کو منتخب التواریخ بھی آگئی، ان کے سوا کوئی کتاب پیش نظر نہیں رہی ہے جو کچھ لکھا ہے صرف اپنے حافظے کے اعتماد پر لکھا ہے۔ (۱)

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں:

پس جو کچھ حافظے میں محفوظ تھا حوالہ قلم کر دیا۔ (۲)

”تذکرہ“ میں مولانا نے فقہ و عقائد کے مسائل، تاریخ و سیرت کے مباحث، بے شمار کتابوں اور مصنفین کے تذکرے، علمی عیارتیں اور سیکڑوں عربی فارسی اردو اشعار محض اپنے حافظے اور یادداشت کی بنیاد پر قلم برداشتہ لکھ دیے ہیں، ایسی صورت میں اگر سوط الرحمن کی چند عیارتوں کی تعبیر میں ”تساح“ ہو گیا تو کیا قیامت آگئی؟

اس پر ہم عرض کریں گے کہ یہ بات مولانا آزاد کی ذہانت و ذکاوت، غیر معمولی قوت حفظ اور زبردست علمی احتیاط کی دلیل تو بن سکتی ہے مگر مولانا کے اس ”تساح“ نے مولانا فضل رسول پراپنی جیسے محقق و عالم، خدا رسیدہ بزرگ اور ذمہ دار مصنف کی جو تحقیقی ثقافت مجروح کی ہے اس کا کفارہ نہیں بن سکتی۔

بوراق محمدیہ کا ترجمہ شوراق محمدیہ: پنجاب کے جلیل القدر عالم اور صوفی حضرت مولانا غلام

(۱) تذکرہ، ص: ۳۳۸

(۲) حوالہ مذکور

قادر چشتی بھیروی (تلمیذ مفتی صدر الدین آزاد) نے بوارق محمدیہ کی اہمیت اور پنجاب کے مسلمانوں کو دہائی تحریک کے عقائد و نظریات سے آگاہ کرنے کے لیے اس کا اردو ترجمہ کیا، یہ ترجمہ ”شوارق صدیہ“ کے نام سے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے جو مطبع گلزار محمدی لاہور سے سنہ ۱۳۰۰ھ/۸۳-۱۸۸۲ء میں شائع ہوا، شوارق صدیہ مکمل کتاب کا ترجمہ نہیں ہے، بلکہ صرف کتاب کے مقدمے اور باب اول کی ابتدائی بحث کو اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے، ہر ورق پر ”قطر اول“ لکھا ہے، اور جہاں ترجمہ ختم ہوا ہے وہاں ”باقی آئندہ“ درج ہے، اس سے خیال ہوتا ہے کہ مترجم پوری کتاب کا ترجمہ دو یا اس سے زیادہ حصوں میں شائع کرنا چاہتے تھے، پہلی قطر مکمل ہوئی تو اس کو شائع کر دیا گیا۔ ممکن ہے بعد میں دوسری یا تیسری قطر بھی شائع ہوئی ہو، لیکن اس سلسلے میں راقم مطلقاً کو معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔

یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ مترجم نے اختصار و تلخیص سے کام لیا ہے، آج سے ایک صدی قبل مذہبی حلقوں میں جس قسم کی زبان ران مچتی اس کو دیکھتے ہوئے ترجمہ سلیس، رواں اور عام فہم ہے۔

بوارق محمدیہ کے مترجم علامہ غلام قادر بھیروی قدوة العلماء زبدۃ الاصفیاء مولانا غلام قادر بھیروی ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا (پنجاب، پاکستان) میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام مولانا غلام حیدر بھیروی ہے، لاہور میں رہ کر حضرت مولانا غلام محی الدین بگویی (۱۲۷۳ھ) اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا احمد الدین بگویی نقشبندی (۱۲۶۸ھ) سے معقول و منقول کی تحصیل کی، پھر دہلی میں مفتی صدر الدین آزاد دہلوی صدر الصدور کی خدمت میں حاضر ہو کر اخذ علوم کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ علوم سے فراغت کے بعد لاہور واپس آئے اور وعظ و ارشاد کی مجلس آراستہ فرمائی، شاہی مسجد لاہور کے خطیب و امام اور بعد میں متولی مقرر کیے گئے۔

۱۸۷۹ء میں اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے نائب استاد مقرر ہوئے، اور دو سال تک کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیے، کالج کی ملازمت کے زمانے میں انگریز حکومت نے کسی فتوے پر تصدیق چاہی، یہ فتویٰ آپ کے عقیدہ و مسلک سے ہم آہنگ نہیں تھا اس لیے آپ نے تصدیق سے انکار کر دیا اور احتجاجاً کالج کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

اس کے بعد دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور ایک زمانے نے آپ

سے استفادہ کیا۔

نہایت متصعب سنی صحیح العقیدہ، پرہیزگار اور باخدا بزرگ تھے، مولانا غلام ونگیر نامی نے لکھا ہے کہ ”آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا ہے۔“

حمایت حق اور تردید باطل کا خاص اہتمام تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کا بالکل ابتدائی زمانے میں رد کیا، اس کے علاوہ لاہور میں دیگر بد مذہب اور گمراہ فرقوں کی تردید میں سرگرم رہے۔
مندرجہ ذیل حضرات نے آپ کی درس گاہ سے استفادہ کیا:

(۱) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

(۲) مولانا محمد عالم آسی امرتسری

(۳) مولانا نبی بخش حلوانی

(۴) مولانا غلام احمد حافظ آبادی

(۵) مولانا غلام حیدر قریشی پوٹھوی

(۶) قاضی آفرالدین

(۷) صوفی غلام قادر چشتی سیالوی

(۸) مولانا محمد ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ (وفات ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، جستور غوث اعظم سے نسبت ایسی حاصل تھی اسی لیے آپ کے احوال پر قادریت کا غلبہ تھا۔

مدرسہ، اوراد و اشغال اور رشد و ہدایت کی مشغولیت کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کا ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا، تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسلام کی گیارہ کتابیں (دیہی تعلیم کا نصاب)

(۲) شوارق صدیہ (زیر نظر کتاب)

(۳) نماز حضور

(۴) ختمات خواجگان

(۵) شمس الخفییہ بحواب نور الخفییہ (مسئلہ وحدۃ الوجود)

(۶) نور الہامی فی مدح الجبوب السبحانی

(۷) شمس الخفییہ فی مدح خیر الوری

(۸) نماز ضروری

(۹) حقیقت انوار محمدیہ

(۱۰) جوہر ایمانی

(۱۱) عکازہ در صلوٰۃ چنازہ

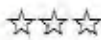
(۱۲) فاتحہ خوانی

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ / ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو داصل بحق ہوئے۔ بیگم شاہی مسجد لاہور میں

آخری آرام گاہ قرار پائی۔

یہ آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ آپ کے چنازے میں خلق خدا کا ایسا ہجوم دیکھا گیا

کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ (۱)



(۱) مترجم کے یہ حالات مندرجہ ذیل کتابوں سے مختصر و اختصار کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں:

۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان) عبدالحکیم شرف قادری، ص ۳۲۶ تا ۳۳۰، مطبوعہ فیاض الحسن پبلیکیشنز، سندھ

۲۔ تذکرہ علمائے اہل سنت: مولانا محمود احمد رفائقی، ص ۱۹۴، مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ، اسلام آباد بھوانی پور، مظفر پور

(۱) (۱۳۹۱ء)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وبه نستعين

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على شفيع المذنبين باليقين محمد و

آله وصحبه اجمعين

اما بعد:

پس یہ خلاصہ ترجمہ ہے رسالہ البوارق المحمدية لرحم الشياطين النحلية کا جس کو فاضل اجل سيف الله المسلمول حضرت مولانا مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے ۱۲۶۵ھ میں تصنیف کر کے مطبع دار السلام دہلی میں چھپوایا تھا، چونکہ وہ رسالہ باعش اخلاق کلام عوام کے فہم سے برتر تھا لہذا اس احقر العباد نے برائے تسہیل و تیسیر بنیاد پر مشاقاں و تائید عقائد مسلمانان سرسری مختصر ترجمہ عام فہم کیا، کہ سواد اعظم حنفیہ خطہ پنجاب کے مکائد نجدیہ اور فرقہ لاندیہ ہندیہ سے واقف ہو جائے۔ و ما علینا الا البلاغ (ہمارے ذمہ فقط پہنچانا ہے)۔

آغاز ترجمہ مختصر: اس رسالے میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ کیفیت حدود اور ظہور فرقہ نجدیہ میں۔

باب اول اُن کے عقائد میں۔

باب دوم اُن کے مکائد میں۔ (۱)

عرب میں فرقہ نجدیہ وہابیہ کا آغاز

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نجد کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

(نجد میں) زلزلے اور فتنے ہوں گے اور یہاں شیطان کا گروہ ظاہر ہوگا۔

اس پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ ۱۲۰۳ھ میں بسبب وفات سلطان عبدالحمید خاں مرحوم (سلطان روم) کے، اور فساد قائم کرنے اُس کے برادرزادے سلطان سلیم کے، اور دنگا اور شورش

(۱) مکائد جمع مکیدہ بمعنی فریب۔ (مترجم)

باہمی دارغان سلطنتِ روم کے، وہاں نہایت درجے کا خلل اور فتنہ برپا ہوا اور سب صوبے سرکش اور باقی ہو گئے تھے اور آمدنی نڈر اور تحائف و خیرات جو اہل حرمین محترمین اور شریف مکہ کے واسطے سلطان کی جانب سے سال بسال آتے تھے، سب مسدود ہو گئے اور شان و شوکت شریف مکہ کی درہم برہم ہو گئی اور ہر ایک جاہ طلب جو جمعیت رکھتا تھا ملک گیر کے خیال میں لگا، چنانچہ عبدالوہاب نام کہ قبائل نجد میں ممتاز اور مشاۃ الیہ تھا اور علم ظاہر اور باطن میں نامی گرامی آدمی تھا، اور باپ دادا سے سلسلہ شاذلیہ میں مقتدا و پیشوا عام و خاص کا ہو رہا تھا، ریاست کی فکر میں لگا، چونکہ حصولِ منصبِ ریاست بغیر سرمایہ نقود و اجناس مشکل ہے، لہذا اُس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں اور دوستوں سے مشورہ کر کے اتھراج کیا کہ بغیر زرِ حصولِ ریاست کس طرح ہو؟ سب متفق المرائے ہوئے کہ بجز حیلہ دین داری کے دوسری کوئی تدبیر نہیں، اس حیلے سے عوام الناس کی جمعیت کے زور سے اولاً حرمین پر کہ ٹرائن و دفائن سے مملو اور مالا مال ہیں، قبضہ کرنا مناسب ہے کہ بعد تسلط بر حرمین شریفین باقی بلاد اسلامی سہولت مفتوح و مسخر ہو جائیں گے۔ بعد از قرا وادہ اُس کے خاندان کے سب لوگ عوام الناس کو مرید بنانے لگے اور عامۃً خلائق کو دایم اطاعت اور انقیاد میں لا کر ۱۲۱۸ھ میں یوم جمعہ مجمع عام کیا، اور امر اور ارکان اطراف و جوانب کو حاضر کر کے یہ وعظ کیا کہ:

شرع میں بادشاہ کا ہونا ضرور ہے کیوں کہ اقامتِ جمعہ اور عید، وعزل و نصب قاضیاں اور داد و دین مظلوماں اور تنبیہ ظالماں اور اجرائے حدود شرعیہ، سب بادشاہ پر موقوف ہیں اور سلطانِ روم کہ محض برائے نام بادشاہ ہے، کچھ قوت اور شوکت نہیں رکھتا اور خطبے میں اُس کا نام غازی وغیرہ لینا سراسر دروغ اور افترا ہے اور عین خطبہ میں منبر پر دروغ کہنا مطلق حرام ہے۔ اب لازم ہے کہ سب حاضرین متفق ہو کر ایک شخص کو بادشاہ مقرر کریں اور اطاعت اُس کی اپنے ذمہ واجب سمجھیں، مگر مجھ کو معذور رکھیں کیوں کہ مجھے دنیا کی کچھ رغبت نہیں ہے

خواص بولے کہ ”بجز ذاتِ شریف کے دوسرا کوئی اس امر کے لائق نہیں“، خود بدولت بولے کہ

عالم مجبوری ہے اب میں گروہ اہل اسلام کی مخالفت کس طرح کروں مگر
اس شرط پر منظور ہے کہ عقائد و اعمال میں تم میرے مطیع رہو

آخر الامر سب سے بیعت لے کر امیر المومنین لقب پایا اور اسی روز خطبے میں بجائے نام سلطان
روم کے اپنا نام درج کر دیا اور دوسرے جمعہ قرب و جوار کے شہروں میں نام اُس کا بجائے نام
سلطان کے جاری ہو گیا، اور اپنا وطن کہ درعیہ نام تھا کو مقرر امامت قرار دیا، اور تادم زیت خود اُس
نے وہاں سے حرکت و جنبش نہ کی، اور بیٹوں و پوتوں کو بلا دوا مصر میں معین و مقرر کر کے بالقاب
خلفائے راشدین موسوم کیا، اور قاضی و مفتی و محاسب مقامات مناسب میں تعین کر کے اشاعت
عدل و احیائے دین میں مصروف ہوا۔

کتاب التوحید کی تصنیف

بعد از تمہید مقدمہ لکھش مقصود اصلی کی طرف متوجہ ہوا یعنی حرمین شریفین کے خزانے کے
نارت کرنے کی اس طرح تیاری کی کہ از ابتدا سے آغاز قرار دیا امامت تا تسلط و انتظام ملکی کہ
بوساطت ذریعات ہوا۔

خود بدولت اختراع مذہب جدید میں کہ مابین کفر و اسلام کے ہوا و رایل سنت و جماعت اور
سائر فرق اسلامی سے مباہنت و مخالفت رکھتا ہو، مصروف رہا چنانچہ چند مسائل متفرق مذہب معتزلہ
و خوارج و ملاحدہ ظاہریہ اور دیگر اہل اہو اسے انتخاب کر کے اور چند مسائل طبع زاد ایجاد کر کے جملہ
مسائل بدل بدل اہل اور احادیث سے ایک کتاب تالیف کی، جس کا مقدمہ ایذا کر کے اور کچھ سطر
تفصیل سے تکمیل کر کے اُس کے بیٹے محمد نام نے، اُس کو ”کتاب التوحید“ سے موسوم کیا اور اُس کو
دو باب پر منقسم کیا:

پہلا باب شرک کے رد میں۔

دوسرا باب بدعت کے رد میں۔

خلاصہ اس کتاب کا تکفیر و تفسیق تمام امت مرحومہ کی ہے اور چالاکی سے افعال محرمہ کو کہ اکثر جہاں
سے سرزد ہوتے ہیں، افعال مکروہہ اور مستحبہ اور مستنونہ سے خلط کر کے ایسی آیات اور احادیث کہ
جن کو مطلب سے کچھ مناسبت نہ تھی، ساتھ ہی ذکر کر کے سب افعال کا نام شرک اور بدعت رکھا

اور اُن کے مرتکب کو کافر کہا۔ اکثر افعال جن کو اُس نے کفر قرار دیا ہے متعلق پہ تعظیم انبیاء اور اولیاء اور تبرکات تھے۔ غرض یہ تھی کہ جب مرتکب ان کے کافر قرار پائیں گے تو جگہ جگہ اُن سے جہاد بن جائے گا۔

چند نسخے اس کتاب کے اپنے خلفائے راشدین کو مکہ دراصل مارقین فی الدین یعنی خارجی اور زندقہ تھے ارسمال کیے اور اس اثنا میں خود بدولت دارالبیوار میں داخل ہوا یعنی جہنم داخل ہوا۔ مارقین مذکور نے جب زبانی کو کام فرما کر اظہار و اعلان میں اُس کے مطالب کے سماعی ہو کر خلقت کو اس کی تقلید کی دعوت کی، عوام کا لانعام کو بہ شامت نفس اور بہ اغوائے شیطان بدل و جاں اپنا مطیع کر لیا۔

دباہیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ

بعد از تمہید مقدمہ پیداسعودی مسعود عاقبت بمحمد ۱۲۲۱ ہجری میں بہت سا لشکر ہمراہ لے کر عازم بیت اللہ کا ہوا اور اہل حرم اس کی اتباع سنت اور اشاعت عدل و احیائے دین کی خبر سن کر منتظر ملاقات کے ہوئے، اور ہر چند قریب و جوار کے لوگوں نے ان کا حال دیکھ بھال کر مکہ معظمہ میں افشائے راز کر کے شریف مکہ سے درخواست کی، کہ ترکی لشکر کو اور عربی بدوؤں کو بلا کر استحکام مکہ معظمہ کا کریں، شریف نے ایک نہ سنی، کہنے لگا ”معاذ اللہ میں زائرین خانہ خدا کی ممانعت و مزاحمت کروں؟“ بلکہ درخواست کرنے والوں کو زہد اور تواضع کی اور تاکید کی کہ ایسے کلمات مفید نہ پھرنہ کہنا۔

اسنے میں سعودی مسعود روانہ ہوا۔ پھر ارکان مکہ نے شریف سے کہا کہ ”آپ کی غفلت کے سبب مکہ میں فحش و ریزی ہوگئی“ شریف نے یہی جواب دیا کہ ”متبعان سنت سے ایسے حرکات سرزد نہیں ہوتے“۔ اس اثنا میں سعودی لشکر قرن المنازل میں پہنچا (قرن المنازل میقات اہل نجد کا نام ہے) مکہ سے طرف دیگر طائف میں جا کر تمام شہر کا محاصرہ کر لیا اور ارکان داعیان طائف کو کہلا بھیجا کہ خلیفہ راشد براؤ حبیب دینی ملاقات کے واسطے تم کو یاد دہاتا ہے۔ سب لوگ باطمینان تمام خوش و خرم باہر آئے پھر دیکھنے کے اُن کے سر تن سے جدا کر دے اور نو راجا طرف سے شہر طائف پر یورش کا حکم دے دیا، زن و مرد، خورد و کلاں، جو آگے آیا سب کو تہ تیغ کیا اور جو معاملہ

ہلا کو خان ملعون چنگیزی نے بغدادیوں سے اور ریزیوں ملعونوں نے مدینے والوں سے واقعہ حرہ (۱) میں کیا تھا، اس سے چند گونہ زیادہ کیا اور جملہ اسباب پر قبضہ کر کے چندے افسران برائے محافظت مال و ہاں چھوڑ کر خود مکہ کی توجہ ہوا۔

اب مصیبت زدگان بقیہ السیف طائف کے مکہ میں آ کر شریف کو مرگزشٹ طائف کی سنا تے ہیں تو شریف کے پاس فوج کہاں؟ وقت ہاتھ سے جاتا رہا، مکہ میں فوج فقط یا نسو غلام تھے اور اتنی فرصت نہیں کہ اطراف و جوانب سے مدد بلائے اور ”کتاب التوحید“ قبل اس کے ایک روڑ مکہ معظمہ میں پہنچی تھی اور علمائے مکہ نے فتویٰ کفر اس طائفے کا لکھا تھا۔

خدا م حرم نے بازار یوں اور شہریوں کو مستعد مقابلہ کا کیا اور شریف مکہ کے غلام بھی اُن سے متعلق ہو کر شریف سے درخواست اجازت مقابلہ کی کرنے لگے۔ اب شریف یہ سب ماجد طائف کا سن کر سر اسیمہ و ہر اسماں ہوا اور اپنی غفلت پر شرمندہ و مادم اور بی باعث عدم موجودگی فوج کے، نہایت ترساں ہوا، اور دل میں یہ خیال کرنے لگا کہ ”شاید طائف والوں نے اُس کا مقابلہ کیا ہو، جس کی پاداش اُن کو ملی ہے اور حرم میں خوں ریزی نہ ہوگی، اب مجھ کو بیت الحرام کے زائرین سے حکم قتال کا دینا ناجائز ہے۔“

اس جیسے بیص میں تھا تا آن کہ خبر آئی کہ نجدی قتل عام اور غارت کرتے ہوئے حرم شریف کی حد سے تجاوز کر آئے ہیں۔ اب شریف کو ان خبیثوں کا حبث متیقن ہوا اور بغیر اذفرار چارہ نہ دیکھا، اقتال و خیزاں بدھمراہی چند غلاماں جدہ کی راہ لی، وہاں جا کر قلعے میں مختصن ہوا اور سعود و ما مسعود بے مقابلت و مزاحمت آمدے چار طرف سے بکمال سفاکی و بیباکی اپنے ایمان کی آئندہ گراتے ہوئے داخل حرم محترم ہوا۔ زن و مرد وہاں کے چندے پہاڑوں پر جا چھپے اور چند کساں خانہ خدا میں پناہ گیر ہوئے۔ ان اشتیاق نے متعلقین استار کعبہ اور پناہ گیران قبہ چاہ و زمزم اور حطیم اور مقام امداعیم سے بلا پاسداری ان مقامات متبرکہ کے، وہ معاملہ کیا جس سے قلم لرزاں اور دل تپاں ہے۔ قتل خانہ کعبہ کا تو زکر منذر کعبہ کو قبل ازابتدائے ظہور رخا تم النبیؐ تا اُس وقت کوئی صحرش اُن کا نہیں ہوا تھا اور سب لوگ اُس کی ترقی میں کوشش کیا کرتے تھے، نکال لیا اور اناث البیت جملہ

(۱) حرہ مدینے کے پاس ایک ٹھلہ زمین کا نام ہے۔ (مترجم)

باشندگان مکہ کا اپنے تصرف میں لائے اور حکم نافذ کیا کہ اہل مکہ پہاڑوں سے اتر کر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوں، مگر جس کے پاس اسلحہ و ساز جنگ پائیں گے اُس کو قتل کر ڈالیں گے اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو امان نہ ہوگی، جہاں پائیں گے کام اُن کا تمام کریں گے، کہ ان کے وجود سے ہمارے دل میں دغ و غم و فساد کا باقی ہے، پس جس کو طاقت فراغتھی وہ تو آوارہ ہو گیا اور جو اُن کے ہاتھ آیا اُس نے شربت شہادت پیا، بقیۃ السیف اپنے گھروں میں جب آئے تو گھروں کو اثاث الہیت سے خالی اور رفتہ پاتے ہیں۔

اے گروہ اہل ایمان! اے امت حضرت ختم مرسلان! یہ مقام عبرت کا ہے جس جگہ جانور ان شکاری شکار کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہاں کے نباتات اور حیوانات کو کاٹنا اور ستانا حرام ہو اور آدمی گناہ کے خیال پر وہاں ماحوز ہو اور بھیڑیا اگر کسی جانور کے پیچھے دوڑے اور وہ جانور داخل حد حرم ہو جائے تو وہ زندہ تعاقب اس کا چھوڑ دیتا ہے، داخل حد حرم نہیں ہوتا اور پرند گاں ہوا میں محاذی خانہ کعبہ کے پہنچتے ہی پچپ و راست منحرف ہو جاتے ہیں، اوپر سے نہیں گزرتے۔ ان شیاطین نے اس شیعہ شریفہ میں کیسے کیسے گناہ کیے اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

دہائیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ

بعد فراغ اس مہم اہم سے اب قصد غارت مدینہ منورہ کا کیا۔ اثنائے راہ میں جو ملا اُس کو شربت شہادت پلایا، وہاں جا کر قتل عام اور غارت نام اور ہدم آٹا بڑھا بڑا اہل بیت کرام کر کے قصد گرانے روضہ مقدس نبوی کا کیا اور روضہ مقدس کا صنم اکبر یعنی بڑا بت نام رکھا۔ چند ادبائش نے بہ آلات ہدم بہ بنیت فاسدہ اس مقام پاک پر پہنچ کر دروازہ کھولا، دروازہ کھولتے ہی ایک اثر دہانے عصائے موسیٰ کی طرح ان فرامین ملائین پر ایسا پھڑکا مارا کہ اکثر سوختہ و سیاہ ہو کر داخل جہنم ہوئے اور اُن کے لاشہ ہائے ناپاک سے ایسی بدبو پھیلی کہ اُن کے بقایا نے اُن کو غسل و کفن بھی نہ دیا، کتوں کی طرح شہر سے باہر ڈال دیے گئے۔

الحاصل بعد تکمیل مراتب جو رستم ایک کارواں بافوج اظلم دہاں چھوڑ کر اور تمام سامان ساتھ لے کر مکہ معظمہ کو واپس آ کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے اور درہیات قرب و جوار مکہ معظمہ میں جو خالی از فوج تھے سب کو لوٹا مگر جدہ کا ارادہ نہ کیا کہ سب بدو وہاں جمع ہو گئے تھے۔

اور ۱۲۲۳ھ میں جب سلطان محمود خان غازی تخت نشین ہو تو ان کو چک ابدال و جال کا حال دریافت کر کے محمد علی پاشا والی مصر کو فرمان بھیجا کہ ان کا مدارک واقعی کرے اور ان میں سے کسی متغص کو زندہ نہ چھوڑے۔ والی مصر نے امیرانیم پاشا کو بالشکر حمدا رگن بوٹ پر سوار کر کے بندر بجدہ کو روانہ کیا۔

شیخ عمر بن عبد الرسول سے مناظرہ

اور ادھر فتویٰ علمائے مکہ کا کہ قبل از نزول بلا در باب تکفیر مصنف ”کتاب التوحید“ جس کا ترجمہ ”تقویت الایمان“ ہے مرتب کیا گیا تھا، ان ملائین کے ہاتھ آیا۔ فتویٰ دیکھتے ہی آگ لگولا ہو کر مفتیان فتویٰ کو حرم میں بلا کر سزائیں دینا شروع کیا اور حضرت عمر عبد الرسول کہ مقتدائے اہل مکہ تھے ان کو بھی حاضر کیا۔ سعود مردود نے بطریق تمسخران سے کہا:

السلام علیک یا شیخ مکہ

حضرت نے فرمایا کہ:

علیک السلام یا شیخ نجد (۱)

سعود ما مسعود یہ بات سن کر برہم ہوا کہ مجھ کو گالیاں دیتے ہو؟ شیخ نے فرمایا:

تم نے مجھے میرے شہر کی طرف منسوب کیا میں نے تجھے تیرے وطن کی طرف منسوب کیا اور اس آیت پر عمل کیا **اِذَا حِیْتُمْ بِسَحِیۡۃٍ فَلَاحِیۡۃٍ** باحسن منها او ردوھا یعنی جب تم کو کوئی تحفہ دیا جائے تو تم اُس سے بہتر دو یا اُس کو واپس کر دو

یہ ملعون بولا کہ ”یہ مہر تمہاری ہے؟“ شیخ نے فرمایا کہ ”یہ صدا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ ہمیدہ و بنجیدہ میں نے مہر کی ہے“۔ ملعون بولا ”کس سبب ہماری تکفیر کا حکم کیا؟“ شیخ بولے ”کتاب التوحید اپنی لانا کہ مفصلاً نشان دوں“ کتاب مذکور شیخ کو دی، کتاب کھولتے ہی دیکھا تو یہ نکلا:

یاد کرنا موثق کا خواہ نبی ہو یا ولی بغیر وقت زیارت قبور کے شرک ہے

شیخ نے فرمایا کہ:

(۱) شیخ نجد ابلیس کا لقب ہے۔ (مترجم)

اب اس عبارت کو سوچ کہ یہ عجب شرک ہے کہ نماز میں داخل ہے السلام علیک ایہا النبیؐ نماز میں پڑھتے ہو؟ اب اگر تجھ کو کافر نہ کہیں تو کیا کہیں اور عقیدہ تیرا اگر مسلم ہو تو کوئی تنفس ناصحاً بہ کفر سے نجات نہ پائے گا

(نعوذ باللہ من هذه العقيدة الفاسدة) اور عمدہ دلائل اور براہین سے ابطالِ ثرافتِ قرنِ شیطان کا ثابت کر کے خارجی مردود کو ملزم کیا۔

سعودِ مردودِ طیش میں آ کر بولا:

اے شیخ تو مضبوطِ العقل ہو گیا ہے، بے محابا ہم سے ایسے کلام کرتا ہے، ہماری

شہان و شوکت کو چانتا ہے؟ کہ ابھی سزائے اعمال تجھے پہنچے

شیخ نے نعرہ مارا یا احکم الحاکمین۔

امیرانیم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ

ابھی یہ کلام طے نہیں ہوئے تھے کہ یکا یک لوگوں میں چہ چا ہوا کہ امیرانیم پاشا بندرِ ینبوع سے گزر کر بندرِ جدہ کو متوجہ ہے اور یہی افواہ عوام الناس میں اُڑ گئی حتیٰ کہ سعودِ مردود نے یہ کلام سنتے ہی مضطرب و بالشرک میں جا کر اپنا فکر کیا اور حضرت شیخ اُس کے ظلم سے محفوظ رہے۔

بعد تحقیق معلوم ہوا کہ اُس وقت امیرانیم پاشا ینبوع سے کہ مکہ سے آٹھ دن کے فاصلہ پر ہے گزرا تھا (اب یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اتنے فاصلے سے مکہ میں یہ خبر کس نے اڑادی تھی) دوسرے روز گروہِ شیطین جدہ کو روانہ ہو کر لبِ دریا خیمہ زن ہوئے اور اُسی روز امیرانیم پاشا قبل از ورودِ گروہِ شیطین داخلِ قلعہ ہو گیا تھا اور جہازِ واپس کر دیا کہ امیر البحر کو حکم پہنچائے کہ آدھی رات کے وقت ایک بندر پر کہ جدہ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے فوج کو تارے اور توپیں قبل از طلوعِ صبح بندرِ جدہ پر پہنچا کر اُس گروہِ شیطین پر کولہ باری کرے اور شباً شب بطورِ یلغار لشکر مخالف پر آدھی فوج سے شب خون ڈالے اور آدھی ایک طرف کمین میں رکھے جب کہ یہ گروہِ شیطین فرار ہوں تو اُن پر گرا ب مارے۔

الغرض اخیرِ شب کو قلعے سے چند توپیں اُتاری تھیں کہ ادھر سے امیر البحر نے شلک شروع کر دی، ادھر سے امیرانیم پاشا نے آتش باری ایسی کی کہ ان وحوش نے کبھی ایسا صدمہ نہیں دیکھا

تھارو بفرار ہو گیا۔ ان کے خیمہ گاہ چھوڑتے ہی امراہیم پاشا نے حملہ ساز دوساماں ان کا غارت کر کے ان کا تعاقب کیا۔ ان مرحوموں پر تین طرف سے گولہ باری ہونے لگی ادھر امراہیم کے، ادھر امیر البحر کے، ادھر فوج کمین گاہ کے، اور یہ فراعنہ ملاعنہ بعضے آگ کی راہ سے اور بعضے آب شور کی راہ سے داخل جہنم ہوئے۔ سورج نکلنے تک میدان صاف ہو گیا۔ سعود مردود و دہانا کسان معدود گریزاں و اقبال و خیراں نجد کا راہی ہوا۔

بعد امراہیم پاشا متوجہ مکہ معظمہ کا ہوا اور ایک امیر طائف میں مقرر کیا اور کچھ لشکر مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور خود مکہ معظمہ میں پہنچ کر بعد اداۓ عمرہ نجد میں جا کر کسی متنفس کو ان اشرا میں سے زندہ نہ چھوڑا۔ اسباب دوساماں جو کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے غارت کر کے لے گئے تھے ہر ایک مالک کو واپس کر دیا اور علاوہ برآں جو اسباب نقد و جنس نجدیوں کا ہاتھ آیا، باشندگان حرم شریف پر تقسیم کر دیا اور جن مساجد کو ان خبیثوں نے سمار کیا تھا ان کے لیے حکم تعمیر کا فرمایا۔

یحییٰ اور مصطفیٰ فرقہ ہابیہ کا ظہور

انھیں ایام میں صحرائے باد یہ نشیناں فرقہ زیدیہ نے کہ ایک شعبہ شیعہ کا ہے اور نواح ینادیر یمن میں آیا ہے ”کتاب التوحید“ کے پہنچنے سے مذہب نجدیوں کا اختیار کر لیا۔ چونکہ اس نواح میں بے باعث ضعف حکومت بادشاہ صنعا کے، ان باد یہ نشیناں نے تجر و اختیار کیا ہوا تھا اور ایک شخص کو امیر المؤمنین مقرر کر کے ”محلہ“ اور ”حدیدہ“ پر کہ بڑی ہندو یمن کی ہیں مسلمانوں سے قتال و جدال شروع کیا۔ بادشاہ صنعا نے سلطان روم کے یہاں عرضی کر کے استغاثہ کیا۔ وہاں سے ہنام امراہیم پاشا کہ ان ایام میں مقیم حجاز تھا حکم صادر ہوا، چنانچہ امراہیم نے حسب الحکم سلطانی مصر میں جا کر نجد یہ زیدیہ کی جمعیت کو متفرق کر دیا۔

پھر جب سلطان محمود غازی سلطان روم جو اررحمت الہی میں گئے اور خلف الصدق ان کا سلطان عبد الجبید خاں زینت فرمائے اور نگہ سلطنت کے ہوئے، تو جملہ صوبہ داران کو بعد از جدو کہ مطیع و منقاد اپنا کیا۔ اور محمد علی پاشا کے تحت سوائے مصر کے کوئی ملک نہ رکھا اور حکومت حجاز اور یمن و نجد و شام وغیرہ کی اس سے امتزاع کر کے دوسرے پاشوں کو دے دی۔

اس اثنا میں فوج محمد علی کی یمن سے روانہ مصر کو ہوئی اور بنو فوج سلطانی یمن میں نہیں پہنچی کہ

فرقہ زید یہ نے نواح ”مخا“ و ”حدیدہ“ میں ایک شخص کو امیر المؤمنین کا خطاب دے کر اسی دتیرہ تیرہ نجد یہ کو شعرا اپنا بنا کر اور ”مخا“ و ”حدیدہ“ پر تاخت کر کے اموال تجارت غارت کر لیے، جب یہ فقیر (یعنی مولانا مولوی فضل رسول صاحب مبرور و مغفور) وہاں پہنچا تو حکومت ان حضرات کی تھی، آدمی صحرائی نظم و نسق سے ناواقف، فقیر کو امیر المؤمنین ”مخا“ نے علاج کے واسطے یاد کیا۔ مرض فرقہ مثانہ کا تھا، میرے علاج سے شفا پائی۔

اب سنا گیا کہ سلطانی فوج کے پہنچنے سے صحرائی صحرا کو چلے گئے۔ ایک فرقہ خارجیہ کہ جس کو ایاضیہ کہتے ہیں مسقط کے اطراف میں یہ مذہب اختیار کر کے ایک شخص کو امیر المؤمنین خطاب دے کر سرگرم قتل و غارت کا ہوا۔ چند جہاز حاجیوں اور تاجروں کے غارت کیے۔ دریا کے راستے میں بڑا فتنہ برپا کیا۔ امام مسقط سعید نام، بڑا ہوشیار اور بے تعصب آدمی تھا اور روادار اذیت کسی متعصب رعیت و مسافر کا، خواہ کسی ملت و مذہب کا ہو، نہ ہوتا ان کی قرار واقعی تنبیہ میں ایسا لگا کہ اثر و نشان اس طائفے کا وہاں نہ چھوڑا۔

الغرض آج بزرعرب تجاز و شام و یمن وغیرہ میں، بجز چند صحرائیوں زید یہ کے کہ اطراف سواحل یمن میں نشان اُن کا ہے اور کوئی صاحب اس مذہب کا نہیں۔ خرمن شریفین اور جملہ بلاد اسلامیہ متعلقہ ممالک روم و شام و مصر میں بغیر تقیہ گزران خبیثوں کا محال ہے۔ یہ کیفیت بالانجد یہ عرب کے سبب تارخ محمد بن نصر شامی کے مختصر اکھسی گئی ہے۔

ہندوستان میں وہابیت کا آغاز

اب حقیقت شیوع اس فرقہ ضالہ کی خطہ ہندوستان میں یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اخیر عمر میں اپنی سب جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ جو بکثرت تھی اپنی بیوی اور نواسوں کو ہبہ کر کے اُن کو قابض و متصرف کر گئے اور مولوی اسماعیل بہ اور زاوہ اُن کا امرا سیمہ ہو کر بہ اتفاق مولوی عبدالحی (داماد شاہ صاحب مرحوم) کہ انھیں دنوں میں نوکری محرمی عدالت ضلع میرٹھ سے موقوف ہو کر دلی میں پہنچے تھے۔ سید احمد (مرید شاہ صاحب) کو پیر و مرشد اپنا بنا کر سیر و سیاحت کرنے لگے۔

سید احمد رائے بریلوی کے مراتب و کمالات

اور اپنے پیر و مرشد کے کمالات کے اظہار میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتاب صراط مستقیم

میں ان کو مشاہدہ جناب رسالت مآب ﷺ کے کیا۔ یعنی سید احمد صاحب جہلت اور فطرت میں مشاہدہ جناب رسالت مآب ﷺ کے پیدا ہوئے ہیں، اسی سبب لوحِ قطرت اُن کی نقوشِ علومِ رسمیدہ اور تحریر اور تقریر سے مصلیٰ رہی ہے اور یمن بیعت شاہ صاحب سے کمالاتِ طریقہ نبوت کی کہ مجملہ اُن کی طبیعت میں پہلے ہی مندرج تھی تفصیل شرح تمام ہوئی اور مقامات و ولایت بخوبی جلوہ گر ہوئے۔

اور تین مگر حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو خواب میں کھلائے، بعدہ جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ نے بدست مبارک خود غسل دیا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے لباسِ فاخر پہنایا، اس سبب کمالاتِ طریقہ نبوت اُن میں نہایت جلوہ گر ہوئے اور حق تعالیٰ بلا واسطہ متکفل اُن کے حال کا ہوا، حتیٰ کہ ایک دن خدا تعالیٰ نے دایاں ہاتھ اُن کا اپنے ہاتھ میں لے کر اور کچھ انوارِ قدسی پیش آنحضرت ﷺ کے کر کے فرمایا کہ ”تجھ کو یہ دیا اور بہت کچھ دیں گے، حتیٰ کہ ایک شخص بخوابش بیعت خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ صاحب سید احمد صاحب نے جناب باری سے استفسار کیا اس معاملے میں آپ کو کیا منظور ہے؟ حضور سے حکم آیا کہ ”جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا کوکھو کھا آدمی ہوں ہر ایک کو میں کفایت کروں گا۔“

الغرض ایسے معاملے صد ہا پیش آئے تا آں کہ کمالاتِ طریقہ نبوت بدرجہ علیا پہنچے، الہام و کشفِ علومِ حکمت نہایت کو پہنچا اور کمالاتِ راہِ ولایت کے قبل از تحصیلِ مبادی ولایت کہ ریاضات و مجاہدات و اذکار و اشغالِ مراقبات ہیں بطور علم لَدُنّی کے حاصل ہو گئے تھے۔

نسبتِ قادریہ اور نقشبندیہ اس طور پر حاصل ہوئی کہ روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین کی اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی متوجہ ان کے حال کی ہوئی، تا قریب ایک ماہ کے مابین روحین مقدسین تنازع رہا، ہر ایک ان میں سے جذبِ تمامہ اپنی طرف کرنا چاہتا تھا آخر الامر یہ ٹھہری کہ دونوں مل کر ایک دن شاہ سید احمد پر جلوہ گر ہوئے، ایک پہر تک دونوں نے توجہ قوی اور تاثیر زور آور فرمائی تا آں کہ اس پہر میں دونوں طریقہ نصیب ان کے ہوئے۔

اور نسبتِ چشتیہ اس طور پر حاصل کی کہ ایک دن حضرت شاہ صاحب حضرت خواجہ خواجگان، قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ کی مرقد منور پر مراقب تھے کہ روح پُرتوح قطب صاحب

سے ملاقات ہوئی اور قطب صاحب نے بڑی توجہ فرمائی، اس سبب سے نسبت چشتیہ حاصل ہوئی اور بعد از مدت حق تعالیٰ نے بلا توسط اختتام نسبت چشتیہ کا عنایت فرمایا۔

کتاب صراط مستقیم کی چند عبارتیں

خلاصہ کتب الباب صراط مستقیم (۱) کا یہ ہے کہ شرع طریقت اور شریعت کا اور اساس حقیقت اور معرفت کی حب خدا ہے۔ اور حب خدا دو قسم ہے، ایک نفسانی اُس کا نام ”عشق“ ہے، دوسرا ایمانی اُس کا نام ”حب عقلی“ ہے۔ ثانی کہ حب ایمانی سے شروع ہو کر مٹی پہ نبوت ہے، اُس کا نام ”راہ نبوت“ رکھا اور اول کہ ابتدا اُس کی حب عشقی سے انتہا پہ معرفت ہے اور خلاصہ ولایت کا ہے اُس کا نام ”راہ ولایت“ رکھا۔

باب اول دونوں طریقے یعنی طریق نبوت اور طریق ولایت کے بیان میں۔
فصل اول طریقہ ولایت کے امتیاز میں۔

افادہ اول ہدایت ثالثہ سے اور فصل اول آثار حب عشقی سے یہ ہے کہ حب عشقی مقتضی انحراف حجاب بشری کے ہے اور موجب وصول روح الہی کا اپنے اصل پر نہ مطابقت کسی قانون کی، خواہ قانون شرعی ہو، خواہ قانون ادب اور نہ خواہش رضائی کسی کے خواہ رضا ئے محبوب ہو خواہ غیر ذلک اور نہ التزام متابعت کسی کا خواہ محبوب ہو خواہ غیر۔ حاصل کلام مقصود اس سے ابانت و اظہار حب عشقی کا نہیں ہے بلکہ اشارہ ایک فرق کا ہے کہ مابین حب عشقی اور حب عقلی کے ہے۔

افادہ دوم یہ کہ قطع علائق از ماسوائے محبوب اور تنگی حوصلہ از انتظام امور مملکی اور مالے امامت جماعات اور اقامت اعیاد و جمععات اور ایفاء حقوق بذوی الحقوق وذوی الارحام وغیرہ یہ آثار اُس نفرد کے ہیں اسی واسطے متفرد نکاح سے نفرت کرتا ہے۔

افادہ سوم مجملہ اس حب کے تعلق قلب کا ہے اپنے مرشد سے، نہ اس طور پر کہ یہ شخص پر مالہ فیض خدا کا ہے اور واسطہ ہدایت کا، بلکہ اس طور پر کہ متعلق عشق کا وہی شخص یعنی پیرو مرشد ہے جیسا

(۱) صراط مستقیم فارسی زبان میں سید احمد رائے بریلوی صاحب کی تعلیمات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی بڑھانوی نے ترتیب دیا تھا، یہ کتاب ایک مقدمہ چار باب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے، مقدمہ، پہلا اور چوتھا باب شاہ اسماعیل دہلوی کا ترتیب کردہ ہے جب کہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحی بڑھانوی نے ترتیب دیا ہے۔ (مرتب)

کہ کسی نے کہا ہے کہ ”اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کے لباس کے بغیر تجلی فرمائے تو میں اس کی طرف التفات نہ کروں۔“

افادہ چہارم منجملہ آثار حب عشقی سے یہ ہے کہ علوم اور طاعات ظاہری سے بے پرواہ ہو۔
افادہ اول ہدایت رابعہ سے حب عشقی کے ثمرات سے یہ ہے کہ مشاہدہ جمال حاصل ہوتا ہے اور خلوت ہم کلامی اور سرکوشی کا ہاتھ آتا ہے۔

افادہ دوم جب رہبر توفیق اس بے ہوش کا ہاتھ پکڑ کر بلا کھینچتا ہے تو مقام فنا اور بقا کا ظاہر اور نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ عاشق زمزمہ انا الحق کا اور لیس فی حبیبی سوی اللہ (۱) کا گاتا ہے اور لوازم اس مقام سے وحدت وجود کا دم مارنا ہے اور جب حب ایمانی کمال کو پہنچتا ہے تو اس شخص کو زیر سایہ اپنی کفالت کے لا کر حواس تدبیر نکوینی اور تشریفی اپنی کے کر دیتی ہے۔

اور صدیق من وجہ مقلدانبیاء کا ہوتا ہے اور من وجہ محقق احکام شرائع کا۔ اگر ذکی العقل ہو تو نور جبلی اُس کا بسوئے کلیات حقہ کہ حظیرۃ القدس (۲) میں واسطے تربیت نوع انسانی کے عموماً متعین ہے، اس کو رہنمائی کرتا ہے اور یہ کلیات ہمیشہ اُس کے فہن میں رہتے ہیں اور استعباط جزئیات کا ان کلیات سے کرتا ہے، سو علوم کلیہ شرعیہ اس کو دو واسطے سے پہنچتے ہیں ایک بذریعہ نور جبلی دوم بذریعہ انبیاء اس کو احکام ملت میں شاگرد انبیاء کا بھی کہہ سکتے ہیں اور استاذ انبیاء کا بھی۔ (۳)

اور طریقہ اخذ بھی ایک شعبہ ہے وحی کے شعبوں سے کہ اس کو عرف شرع میں نفث فی الروع کہتے ہیں اور بعض اہل کمال اس کو وحی باطنی بولتے ہیں، سو فرق مابین ان سالکین کرام اور انبیاء عظام کے اقامت اشیاء اور مبعوثیت الی الامم کا ہے (یعنی یہ لوگ مبعوث الی الامم نہیں اور انبیاء مبعوث الی الامم ہیں) اور نسبت ان کی انبیاء سے ایسی ہے جیسے چھوٹے بھائی کو بڑے بھائی سے

(۱) یہاں مترجم کا چند لفظی حاشیہ ہے جو پڑھائیں چاہے (مرتب)

(۲) حظیرۃ القدس بہشت و عالم جبروت..... ملکوت (مترجم)

(۳) یہاں ترجمے میں تنازعہ واقع ہوا ہے اصل عبارت یوں ہے:

پس در حکم احکام ملت و کلیات شریعت اور شاگرد انبیاء ہم ہی تو اندھ گھٹ ہم استاذ انبیاء ہم (البیارق المحمدیہ: ۱۷)

ترجمہ: پس احکام ملت اور کلیات شریعت کے حکم میں اس (صدیق) کو انبیاء کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ بھی۔

(ایک استاذ کے دو شاگرد آپس میں ہم استاذ یا استاذ بھائی کہلاتے ہیں)

نسبت، بڑے بیٹے کی اپنے باپ سے اور یہ لوگ اسی واسطے احق الناس بخلافۃ انبیاء ہوتے ہیں اگرچہ تسلط ظاہری نصیب اُن کے نہ ہو اور جہاں اہل ملت ان کی ریاست نہ رکھیں اور اس مطلب کو وسایط اور امانت سے تعبیر کرتے ہیں علم اِن کا بعینہ علم انبیاء کا ہے، لیکن وحی ظاہر میں نہیں آیا، اِس کا نام حکمت رکھتے ہیں اور عنایت و ولایت مخصوصہ ہے کہ انبیاء کو ملی ہے اور بسبب ایسی عنایت خاصہ کے اُن کو امتیاز اپنے امثال میں حاصل ہوا ہے اور اسی اعتبار اور اصطفا کے سبب رضاے مولیٰ اُن کی رضا میں مندرج ہوئی ہے۔ اتباع حق ان کی اتباع میں منحصر ہوا ہے اور غضب خدا ان کے غضب کے ساتھ متلاحق ہے، اِس عنایت مخصوصہ انبیاء سے ان حکمائے ربانی کو بھی سمجھ حاصل ہوتا ہے جس کو وجاہت کہتے ہیں اور مثل عصمت انبیاء کے ان کی محافظت ضروری ہے۔

اور یہ بھی صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ حضرت مرتضیٰ کو ایک کونہ تفصیل شیخین پر ثابت ہے اس طرح کہ تابعین ان کے بہت ہیں اور یہ مقامات ولایت اور باقی خدمات مثل قطبیت اور غوثیت اور اہدایت وغیرہ کے ذریعے ہیں کہ یہ سب باتیں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد سے تا انقراض دنیا اُنھیں کے سبب سے ہیں اور سلطنتِ سلاطین میں اُن کی ہمت کو دخل ہے، چنانچہ سیاحان عالم ملکوت پر مخفی نہیں۔

اور ایضاً اُس میں لکھا ہے کہ صاحبان ان مناصب عالیہ کے تعریف کرنے کے عالم مثال اور شہادت میں ماذون مطلق ہوتے ہیں اور اکابر اس فرقے کے زمرہ ملائکہ ہدایات الامر میں ہوتے ہیں، مواحوال ان کرام کے ملائکہ عظام کے حالات پر قیاس کیے جائیں۔

اور نیز اُس میں ہے کہ واسطے کشف ارواح اور ملائکہ اور اُن کے مقامات کے اور مکانات زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ اور اطلاع لوح محفوظ کے، شغل دورہ کا کرنا چاہیے کہ اُس شغل کی استعانت سے جو مقام زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ سے دیکھنا چاہے نصیب اُس کے ہوگا اور اہل ان مقامات سے ملاقات کرے گا۔

اور نیز اُس میں ہے کہ برائے کشف وقائع آئندہ اکابر اس فریق نے بہت طریق لکھے ہیں اور جو ہر ایک اسم کا اسمائے الہی سے مراقبہ کرے گا تو حصہ اُس سے پائے گا، جو رزاقیت کا مراقبہ کرے اور کمال کو پہنچائے تو رزاقیت اُس میں جلوہ گر ہوگی اور جو مراقبہ اسمِ مُجہی کا کرے تو شان

احیائے موتی اُس میں ظاہر ہوگی اور صاحبان اس کمال کے جب درجہ اصطفیٰ اور اجہا کو پہنچتے ہیں تو تین فریق ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ کہ بسبب کمال علو منصب کے حل مشکلات وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اگرچہ دعائے اُن کی واجب الاجابت ہو۔ اور دوسرا وہ کہ عرض حاجات اور حل مشکلات کے واسطے سرگرم ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اُن کے دل میں خواہش مشکل کشائی اور شفاعت ذوی الحاجات کی ہوتی ہے، لیکن زبان نہیں کھولتے، دعائے حالی اُن کی قبول ہوتی ہے۔ اُن کو بلکہ سب عظمیا کو محفل قرب پر مطلع کرتے ہیں کہ ایجا داس امر کا محض واسطے رضا مندی اور بموجب خواہش قلبی انھیں کرام کے متحقق ہوا ہے، ابھی۔

یہ بھی نمونہ از خرد و اردمند کہ از بسیا رکہ بنظر سرسری کتاب صراط مستقیم سے انتخاب کیا گیا اور حکایات غریبہ کہ سید احمد صاحب کی تعریف میں نقل ہر محفل تذکیر و وعظ (میں) کرتے تھے اور مکاتیب میں لکھتے، کیا بیان کی جائیں۔ آخر سید احمد صاحب اُن کے دورے میں داعی اجل کو لیک کہہ کے سدھارے (۱)

تقویت الایمان کی تصنیف

اور اثنائے دورہ میں ”کتاب التوحید“ نجد یہ کی مولوی اسماعیل کے ملاحظے میں گذری، بحکم کمال حدید لذیل، ہر نئی چیز مزہ دار ہوتی ہے، پسند کیا اور طرز و وعظ کی اس پر ڈالی اور بتصرف قلیل کتاب ”تقویت الایمان“ نام کر کے ہندی ترجمہ کر دیا اور اُن کے خلفا اور اُمتا دو روزہ نزدیک اُس کو منتشر کر کے تحریک فساد کی کرنے لگے اور ایمان اپنا اعتقاد اس کتاب پر منحصر کیا اور اس کتاب کو فارق و مابا لاتیاز کفر و ایمان کا اعتقاد کیا۔ مصرعہ

ہر کہ آمد بد آن مزید کرد

اور ذریعہ اسماعیلیہ نے تو کتاب مذکور پر بہت تفریعات استنباط کرنی شروع کر دیں اور تکفیرو تنقیق علم امت مرحومہ کی اور سب وطن و ہنک و توہین انبیاء اولیا کی اس قدر شائع کی کہ حد و

(۱) مترجم سے یہاں سمجھو لے، مصنف کی عبارت یوں ہے:

شاہ صاحب درہاں قرب داعی اجل را لیک عقائد (البیارق الحمد یہ۔ ص ۱۹)

ترجمہ: شاہ صاحب نے اسی زمانے میں داعی اجل کو لیک کہا۔

یہاں شاہ صاحب سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی قات گرامی مراد ہے، سید احمد صاحب کی نہیں۔ (مترجم)

نہایت سے باہر ہے۔

مداروغظ کا انھیں سیاہ اوراق ہندی زبان پر قرار دے کر، مجلس وغظ کی گرم کر کے جو مسئلہ اُس کتاب میں آگیا اُس کو کالوچی سمجھ، نقل اور سند کے محتاج نہ ہوئے اور پوربی کہتے (۱) کہ علم حدیث و تفسیر و سیر میں چنداں مہارت نہ رکھتے تھے اور اس فن کی کتابیں بھی دستیاب اُن کے نہ تھیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کے خاندان کا کمال علوم دینیہ میں مشہور تھا، اس سبب سے ان کو اس حارستان میں کھینچا اور بعضے متردد ہوئے، تو فقط اس خیال سے کہ یہ عقل باور نہیں کرتی کہ سب اکابر خلف و سلف سے کافر ہو جائیں اور اسلام صرف اسی طریقہ جدیدہ میں کہ صاحب اس طریقے کا بھی قدیم طریقے پر تھا (مختصر ہو جائے) اور کتاب تقویت الایمان و کتاب صراط مستقیم..... (۲) کی تو اور زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اور عقل مند بنسے۔ بیت

مگر بت شکنی دگاہ مسجد نئی آتش

از مذہب تو گھر و مسلمان گلہ دارو

یا دہ شور یا یہ بے نمکینی، کجا و دافراط کجایہ تعریض - نعوذ باللہ من ہذہ الاباطیل والاغالیط۔

علمائے ولی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد

جب دہلی میں دین جدید کی نوبت پہنچی تو ہزاروں آدمی مریدان و شاگرداں مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی شاہ رفیع الدین صاحب اور مولوی شاہ عبدالقادر صاحب کے مولوی اسماعیل کے دست و گریباں ہوئے کہ ما و شما اساتذہ کی حضور میں متفق ہو کر ایسے کام کیا کرتے تھے اور موجب ثواب جانتے تھے اور تم بھی فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگوں کو تعلیم کرتے تھے۔ اس سفر میں وہ سب ہاتھیں شرک و کفر ہو گئیں، اس کا باعث اور سبب بیان کرو۔

مولوی رشید الدین خان صاحب نے کہ اُس زمانے میں سب سے اولیٰ و افضل تھے تجھے میں

(۱) پہلے مترجم سے یہاں سہجہ و اسے، مصنف کی عبارت یوں ہے:

سکان بلا و شریقہ کہ در علم حدیث و تفسیر و سیر چنداں مہارت نہ داشتند (۱) (لبا و ارق الحمد یہ جس ۱۹)

ترجمہ: پورب کے باشندے (رہنے والے) جو علم حدیث، تفسیر اور علم سیر میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتے تھے۔

لفظ ”سکان“ کو مترجم نے ”سکان“ سمجھ لیا۔ (مرتب)

(۲) یہاں عبارت نہیں پڑھی جاسکتی۔ (مرتب)

بذریعے و بلا ذریعے اسماعیل کو سمجھایا کہ دین میں فساد ڈالنا اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا نتیجہ ہے اور واجب ترک اور مفروض الاجتناب، اگر دل میں کچھ خلش ہے تو آؤ ماوشا اور دیگر علما و صلحا متفق ہو کر کتب دین کی طرف رجوع کریں اور احقاق حق کر لیں اور شقاق و نفاق کو جماعت مومنین سے استہصال کریں اور لوائے اعانت و اشاعت کا راہ راست پر کہ اتباع سواد اعظم ہے بلند کریں اور خاص و عام کو حق سے آگاہ کریں، مولوی عبدالحی و مولوی اسماعیل اس خوف سے کہ ہمارے عقائد فاسدہ طشت از بام نہ ہو جائیں رو برداشتہ لائے۔

آخر مولوی رشید الدین خان صاحب نے ۱۲۴۰ھ میں باتفاق مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ خٹک الرشد مولوی شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علما بحضور عامہ اعیان و احاد علی رؤوس الاشباد مجمع خاص و عام جامع مسجد دلی میں کیا اور مسائل متنازعہ میں مباحثہ کر کے الزام دیا اور ایسا مغلوب و عاجز کیا کہ ان کی غلطی سب پر ظاہر و باہر ہو گئی اور نیز مفتی محمد صدر الدین صاحب مرحوم قہمائش کر کے مولوی اسماعیل کو راہ راست پر لائے اور ان سے اقرار کرایا کہ ہم نے اب تحقیق کی اور افراط و تفریط کو چھوڑا، سواد اعظم کے مخالف سے منہ موڑا، اور یہ بات عام و خاص پر جامع مسجد میں شائع و ذائع ہو گئی۔ مگر یہ حضرت بعد اقرار و اقبال کے پھر گئے مگر فتویٰ مسائل نزاعیہ کا ہمہ رد و تخط مفتی صاحب مرحوم مزین ہو گیا۔ (۱)

علامہ فضل حق خیر آبادی و رشا و اسماعیل دہلوی

اور انھیں ایام میں مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے اسماعیل پر تاخت کی یعنی شفاعت کے مقدمے میں جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا اس پر گرفت کی، اسماعیل نے ابتداء کچھ حرکت نہ دہی کی، انجام کار جواب سے عاجز ہوا۔ اور کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (تصنیف مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی) رافع جملہ اوہام مزین بہرہ و تخط علمائے اعلام اطراف و

(۱) یہاں ترجمے میں قدر سطح واقع ہوا ہے ترجمہ یوں ہونا چاہیے:

”اور مفتی صدر الدین محمد خاں صاحب نے بھی اصلاح جو قہمائش کی کوشش کی، مولوی اسماعیل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ تحقیق اور مطالعہ کتب کی طرف متوجہ ہوں، افراط و تفریط ترک کریں، سواد اعظم کی مخالفت سے باز آئیں اور اس بات کا اظہار و اعلان مسجد کے اندر مجمع خاص و عام میں کریں۔ لیکن (شاہ اسماعیل) اقرار کے باوجود اس سے بچھڑ گئے، اور اختلافی مسائل میں ایک فتویٰ مفتی صاحب کے دستخط اور دہرے مزین کیا گیا۔“ (بوارق محمدیہ، ص ۲۰)

اکناف میں شائع و ذائع ہو گئی۔

اس سبب شورش و طغیان اس عصیاں کا کچھ کم ہوا اور واعظین دین جدید نے بھی ذرا لگام تو سن کلام کی کھینچی اور مجلس و عطف میں بجائے شدت کے رفیق و لین کو کام فرمایا اور قال و قیل میں باب تقیہ یا تاویل کا مفتوح کیا۔ گویا یہ فتنہ بخ سے برکنہ ہو گیا۔

شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک جہاد

اب اس دین جدید نے رنگ اور پیدا کیا کہ مولوی اسماعیل نے وعظ غزا کا شروع کیا، چونکہ یہ بات پسند خاطر عوام اہل اسلام کی تھی تو ہر کسی نے جان و مال سے حاضر ہو کر خدمت کی، جب سمجھ جمعیت پیدا کی تو افغانستان پر پہنچے۔

سید احمد صاحب کو امیر المومنین سے ملقب کیا تو م افغانان کہ راہ خدا میں اپنی جان دینی عزیز تر از جان سمجھتے تھے، دل و جان سے ان کے مطیع ہوئے اور ان کے ادعائے کرامات کے باعث زیا دہ تر اجتماع ہو گیا منجملہ کرامات اور پیشین گوئیوں کے یہ بیان کیا کہ:

فلا نے سال فلاں ماہ فلاں تاریخ رنجیت سنگھ رئیس کفار و دست خاص امیر المومنین سے مارا جائے گا۔ اور نماز عید کی فلا نے سال مسجد لاہور میں پڑھیں گے۔

اور فلا نے دن فلاں ملک تصرف میں آئے گا۔

فلا نے سال اخراج نصاریٰ ہندوستان سے ہو گا۔

ایسے ہدیامات غیر متناہی کے سبب لوگ فریفتہ ہو گئے، آخر کار بجز دلتا قی صفین اور شروع مقابلہ اور چلنے تو پ و تفنگ کے امیر المومنین سارے مجاہدین کے ساتھ مہترم ہوئے اور عارف ارمن زحف کی اختیار کی، اور سکھوں سے بھاگنا سب یادہ کوئیوں کا مبطل ہوا۔

غرض سکھوں سے بھاگ کر اور پشاور یوں سے ہم داستان ہو کر پشاور پر حکم جہاد کا جاری کیا اور مسلمانوں کا قتل و غارت کما بیغی کیا، ہنوز فوج سکھوں کی پشاور میں پہنچی نہیں کہ فقط آمد فوج سے بے اشتغال قتال پشاور کو چھوڑ دیا اور پنجتار کو چلے گئے۔

پنجتار کے آدمی دین دار تھے سب مطیع ہو گئے اور جان و مال سے حاضر ہوئے، پس جب ان میں تھوڑی سی طاقت ہوئی تو دست درازی شروع کر دی اور احکام دین جدید کے علی الاعلان جاری

کر دیے۔ ہر چند روہسا نے فہمائش کی مگر کارگر نہ ہوئی، ناچار انہوں نے مجبور ہو کر اتفاق کیا کہ ہم نے سکھوں پر جہاد کے واسطے ان کو اپنا حاکم مقرر کیا، لیکن یہ لوگ تو ہم سے وہ معاملہ کیا چاہتے ہیں کہ جو کفار سے کیا جاتا ہے اور سکھوں کے سامنے سے فرار ہو آئے ہیں اور جان و مال مسلمانوں پر ایسی دلیری کرتے ہیں، اُن کو دفع کرنا چاہیے چنانچہ ان کے علما و روہسا کو کہلا بھیجا، لیکن انہوں نے نہ منا۔ افغانوں نے ایک ہی دفعہ تمام متعین آدمیوں کو جابجا قتل کر دیا اور فتح خاں رئیس پنجتار کے وزیر امیر المومنین قرار پا چکا تھا معدرت کے طور پر کہنے لگا کہ میں اس دن کے واسطے کہا کرتا تھا کہ تجاؤز حد اعتدال سے اور تعرض کرنا ناموس اور جان و مال کا اور اظہار کرنا احکام دین جدید کا مناسب نہیں ہے، اب کام ہاتھ سے جاتا رہا، سارا ملک بگڑ گیا، تدارک اس کا محال ہے، لیکن تم کو اس معرکہ سے بحفاظت تمام پہنچا سکتا ہوں، بعد فرد ہوئے اس مائرۂ فساد کے جو کچھ ہونا ہے ہوگا۔

چنانچہ امیر المومنین اور مولوی اسماعیل وغیرہ کو پنجتار سے باحیاط تمام نکال کر اپنے ملک میں لایا اور استمالت قلوب افغانوں میں مشغول ہوا۔ عین فرار میں ایک گروہ نے امیر المومنین پر دھاوا کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ افغان تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سکھ تھے واللہ اعلم، اور سب کو راؤ فنا دکھائی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ ملک پنجتار سے بھاگ آئے تھے اور وہ صدمہ یقیناً مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے اٹھایا کیوں کہ ان حدود میں سکھوں کا وجود نہیں تھا۔

اب اتیان سید احمد کے مذاہب متعدد ہو گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہ آکر اپنے وعدوں کو پورا کریں گے اور بعض معتقد ہیں کہ فلا نے پہاڑ پر زندہ ہیں، مگر خلقت سے پوشیدہ ہیں اور جس سے اُن کا جی چاہتا ہے اُس پر ظہور کرتے ہیں اور اُس کو بشارتیں بھیجتے ہیں اور اکثر اُن کے آنے کا یقین رکھتے ہیں اور بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ انکا رظہور اور اثبات مرگ سید احمد کا کفر ہے، جو اس بات کا قائل ہو وہ کافر ہوتا ہے۔

الغرض سید احمد اور اسماعیل کے مرنے سے یہ ہنگامہ فرو ہوا اور ارکان دین جدید میں کمال ضعف آ گیا۔ کتاب تقویت الایمان کو یا مستور و پوشیدہ ہو گئی۔ امہات قواعد و اصول اُس کے مسائل کے کتاب مآۃ المسائل اور اربعین میں جلوہ گر ہوئے۔ کل حال وہابیوں کا ہندوستان میں یہ تھا جو لکھا گیا۔

فرقہ ظاہریہ اور داؤد ظاہری

اب معلوم کرنا چاہیے کہ نجد یا ن عرب کہ عناد صرف انبیا اور اولیا کرام کے ساتھ رکھتے، فقہ اور فقہاء کے ساتھ چنداں خصوصیت اُن کی طبیعت میں نہ تھی کیوں کہ اپنے کو جنابلی مذہب کہتے تھے اور تقلید امام معین سے قدم باہر نہ رکھتے تھے اور ہندوستان کے وہابی فرقہ ظاہریہ سے ترکیب پا کر طرفہ معجون مرکب ہوا۔

اب فرقہ ظاہریہ کا کچھ حال لکھنا چاہیے، اصل یہ ہے کہ داؤد بن علی اصفہانی محدث جلیل الشان بیتلا وسوسہ شیطان کا ہوا اور قائل خلق قرآن کا ہو کر رسالہ رد قیاس میں لکھا، ہر چند علمائے وقت نے اُس کو قہمائش کی کہ ”تو قیاس کو رد کرتا ہے اور اس قیاس کے رد کرنے میں صد ہا قیاس کرتا ہے، یہ کیا بلا ہے؟“ لیکن اُن کی قہمائش کچھ مفید نہ ہوئی۔ آخر نوبت مرئش کی پہنچی اور حکم اُس کے اخراج کا صادر ہوا، جہاں جاتا وہی حکم رفیق وقت ہوتا۔ نیشاپور سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ استاذ اس کے رد و اخراج کا باعث ہوئے۔ وہاں سے بغداد میں آیا اور امام احمد حنبل کی مجلس (میں) حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ امام احمد حنبل صاحب نے اُس کے سوائے عقیدہ کا حال معلوم کر کے اپنی مجلس میں آنے کا اذن نہ دیا۔ امام احمد حنبل صاحب کے بیٹے نے عرض کیا کہ داؤد اپنے عقیدے سے انکار کرتا ہے، امام صاحب نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی بڑا سچا ہے۔ اُس نے اس خبیث کا حال میری طرف لکھا ہے کہ پاس نہ آنے دینا۔ سید محمد بن عمر مدوحی نے کہا ہے کہ میں ابو زرع کے پاس تھا، انھوں نے فرمایا کہ عبد الرحمن بن خراس کہتے ہیں کہ داؤد کافر ہے۔ وراق ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے داؤد کو ضال و مفلس فرمایا ہے۔

بالجملہ فقور کاملین مکملین اور قرب عہد حضرت سید المرسلین ﷺ کے سبب یہ سلسلہ اُس کے فساد کا وراثہ ہوا اور سعی علمائے اعلام پایہ اعتبار سے گر پڑا۔ ۱۷۷۰ ہجری میں مر گیا۔

ابن حزم ظاہری کا احوال

بعد مدت کے ابن حزم ظاہری اندلس میں کہ ابھی کچھ بقیہ حکومت مروانیہ کا تھا اُس نے اعتقاد حقیقت امامیہ کا ظاہر کیا۔ اعیان دولت کو اس دام میں شکار کر کے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کیا اور کوئی دقیقہ توہین اور تکفیر ائمہ دین کی بابت نہ چھوڑا اور چند کتابیں تصنیف کیں۔ جب بحث باطنی اُس کا

ظاہر ہوا تو علمائے عصر نے باتفاق امام ابو الولید باجی کہ عراق سے بلایا گیا تھا، ابن حزم کو زیر حساب کیا اور کتابیں اُس کی مجمع عام میں پیش کر کے چنانچہ باید و شاید ابن حزم کو حرام کیا اور اُسی مجلس میں کتابیں اُس کی چاک کر کے آگ میں جلا دی گئیں، ہر چند تذلیل و تفصیل ابن حزم کی خلقت پر نماذغی ظاہر ہو گئی لیکن وہ عقیدہ فاسدہ سے باز نہ آیا، ۴۵۶ھ میں مر گیا۔ اُس کی کتابوں سے وفور علمیت اُس کی ظاہر ہے، لیکن بسبب جرأت کے کثیر الاغلاط اور بڑا بے احتیاط تھا۔ حافظ الحدیث قطب الدین حلبی نے اغلاط اُس کی کتاب مٹائی کا تتبع کیا ہے اور عبدالحق بن عبد اللہ انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”رد علی اٹھلی“ رکھا ہے اور اکابر نے بھی اغلاط اور اوہام ابن حزم کے تحریر کیے ہیں، بخوف طوالت اس جگہ فرو گذاشت کیے جاتے ہیں۔

ابن حزم اور سیف الحجاج کی بے ادبیاں ائمہ کبار کی نسبت محتاج بیان کی نہیں۔ (۱)
 اباحت مزامیر میں بڑا فطور رکھتا تھا، اس مقدمے میں اُس نے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ مزامیر کے حرام جاننے والوں پر بڑا انکار کیا، بلکہ اباحت سے ترقی کر کے ہدرجہ استحاب پہنچایا۔
 بعدہ ابن قیم وغیرہ اُس کی تلامذہ تائید میں اُٹھے۔ کتابیں عجیب تصنیف کیں لیکن وہ مفسدہ جلدی رفیع ہو گیا۔ (۲)

شیخ ابن تیمیہ کا احوال

بعد از مدت ابن تیمیہ شقی نے اپنے عہد میں دین جدید اختراع کر کے ہنگامہ برپا کیا۔ ۷۰۵ھ ہجری میں ابن تیمیہ کا فتوہ قائم ہوا، اُس نے دعویٰ کیا کہ مقر زیارت رسول خدا ﷺ کے واسطے حرام ہے اور اس سفر میں قصر صلوة جائز نہیں کہ سفر معصیت کا ہے۔ اس قسم کی اس شقی نے بہت زبان درازی کی

(۱) یہاں ترجمے میں قدر مستطاع واقع ہوا ہے، مصنف کی عبارت یوں ہے: ”بوحال غش و بد زبانی و بے ادبی و گستاخی با ائمہ کہانتا“ بیان نیست، لسان ابن حزم و سیف الحجاج عظیمان زبان زد کافرانام است (البوارق ص ۲۴)
 ترجمہ: ائمہ کبار کے ساتھ (ابن حزم کی) غش مملی، بد زبانی، بے ادبی اور گستاخی کا حال عظیمان بیان نہیں ہے، یہ بات زبان زد عام ہے کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تموار و قوتوں لگی بنشیں ہیں“ (مرتب)

(۲) البوارق الحمد یہ طبع اول ۱۲۶۶ھ میں اس مقام پر کا جب سے کہو ہوا ہے، علامہ ابن قیم کا ذکر شیخ ابن تیمیہ کے بعد ہونا چاہیے تھا لیکن غلطی سے ان کا ذکر ابن حزم کے تمیز کی حیثیت سے ہو گیا ہے، البوارق الحمد یہ طبع دوم میں کتابت کی غلطی درست کر لی گئی ہے (البوارق الحمد یہ: ص ۲۴) اس معاملے کی تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ص ۲۳/۲۴ (مرتب)

جس سے طبیعت متنفر ہوتی ہے اور ہٹا مت اس کلام کے ایک اور بلا میں مبتلا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے واسطے جسم اور مکان ثابت کیا اور اس مقدمے میں ایک رسالہ لکھا جس میں اہل سنت کے مذہب کی تردید کی اور مکران مکان کو گمراہی سے منسوب کیا۔ تحقیر اور توہین خلفائے راشدین کی اور مخالفت ائمہ مجتہدین کی شعار و دھڑا رہنا کیا۔

ایک کتاب صراط مستقیم نام تصنیف کر کے گرم بازاری شروع کی اور چند اشراہد اطوار جاہل و فاسق اُس کے حلقہ بگوش ہو کر بلا و اسلامیت میں ہنگامہ برپا کرنے لگے، علمائے ربانی اس کی تردید اور ابطال اور ازالہ ادھام اُس بطل کی طرف متوجہ ہوئے علامہ تقی الدین سبکی اُس کی تردید (۱) میں متوجہ ہوئے۔ چنانچہ طبقات سبکی میں سب ماجہرامو جو وہے اور شیخ کمال الدین زمکانی اور شیخ داؤد ابو سلیمان وغیرہ نے خوب تردید کی۔

۵۰۔ مچھ میں گرفتار ہوا اور مصر میں حاضر کیا گیا اور مدرسہ کامیہ میں ایک جلسہ قراپایا قاضی اور مفتی اور علمائے عصر جمع ہوئے۔ قاضی القضاۃ زین ماکئی نے اُس کو بلا کر جواب طلب کیا جب ابن تیمیہ نے جواب شافی نہ دیا اور کلمات مضطربانہ شکایت قضائے خارج از بحث زبان پر لایا تو قاضی القضاۃ نے اُس کو قید فرمایا اور فرمان سلطانی اطراف و جوانب میں اس مضمون کا جاری ہوا کہ ابن تیمیہ شقی نے زبان درازی کی اور اکثر مسائل دینیہ میں خلاف اجماع کے بولا اور اس نے فتنہ عظیم برپا کیا۔ لہذا ہم نے حکم کیا کہ سب قضائے اسلام اور مفتیان اعلام اور ائمہ دین اور فقہائے اسلام جمع ہوئے، ثابت ہوا کہ یہ مخالف اجماع کے کلام کرتا ہے اور اعتقاد اُس کا خلاف شرع ہے، جو شخص ابن تیمیہ کی تابعداری کرے گا سزا کو پہنچے گا اور یہ فرمان منبروں پر پڑھا گیا اور ابن تیمیہ قید کیا گیا۔

بعد دو سال یعنی ۷۰۰ مچھ میں قید سے خلاصی پائی اور اپنے اعتقاد خلاف شرع سے رجوع کیا اور سب علما کے سامنے اپنی غلطی کا مقرر ہوا۔ چند روز اسی حال پر رہا پھر اعیان اور ارکان مصر نے نائب سلطنت کے پاس فرمایا کہ ابن تیمیہ اولیائے کرام کے حق میں گفتگو خاطر آزاری کی کرتا ہے، خصوصاً حضرت رسالت مآب نبی الرحمة شفیع الامین ﷺ کے توسل میں بخنان خلاف مشفق علیہ لکھتا ہے، پھر مجلس منعقد ہوئی اور ابن تیمیہ دوبارہ قید کیا گیا۔

(۱) کتاب شفا بالمقام زیارت خیر الانام میں ان کی تصنیف موجود ہے (مترجم)

بوقت عود بدلت ہا صریح پھر تو چکر کے رہائی پا کر شام میں پہنچا اور وہاں بھی چند واردات پیش
 آئیں۔ آخر الامر دمشق کے قید خانہ میں قید ہوا اور منادی کی گئی کہ جو شخص ابن تیمیہ کے عقیدے پر
 ہو اُس کا مال اور خون مباح اور حلال ہے، تب فتنہ فرو ہوا۔
 منجملہ اُس کے کلماتِ خبیثہ کے یہ ہے کہ:

حضرت ابو بکر و عمر و اہلِ امر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا
 حکم کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت اطاعتِ خدا ہے اور نافرمانی اولی الامر کی
 نافرمانیِ خدا ہے، جو ولی الامر کو ناراض کرے اور اُس کی عدول حکمی کرے اس
 نے خدا کو ناراض کیا اور خدا کی عدول حکمی کی اور علی و فاطمہ نے خدا کا حکم رد کیا
 اور عدول حکمی کی اور خدا کی رضا کو برا جانا، کیوں کہ خدا کی رضامندی اُس کی
 اطاعت اور اُس کے ولی الامر کی اطاعت میں ہے۔ جو اطاعت ولی الامر
 سے کراہت کرے اُس نے رضامندیِ خدا سے کراہت کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی
 نافرمانی اور ولی الامر کی نافرمانی سے غضب میں آتا ہے اور جو اُس نافرمان
 کی تابعداری کرے اُس نے غضبِ خدا کی تابعداری کی اور رضامندی
 خدا کو برا جانا

اُس کا کلمہ خبیثہ ہو چکا، اتنا ہی اُس کی خیانت اور اُس کے مداحوں اور ماننے والوں اور موافقین کے
 محبت کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

فردِ ظاہریہ کے بعض عقیدے

واضح ہو کہ اکثر ظاہریہ فرقہ خوارج شام کا پر تو ہیں کہ خلیفہ ثالث کو برا نہیں جانتے بلکہ اکابر
 خوارج خون اس خلیفہ مظلوم کو ذریعہ ریاست اپنی کا بناتے ہیں اور خلافت راشدہ کو اُسی وقت تک
 متفقہ سمجھتے ہیں اور ایام خلافت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ایامِ فتنہ اور ملکِ عضو ض اور وقت
 ہلاک امت اور زمانِ شر و دکا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یومِ تحکیم سے استقامتِ خلافت کی ہوئی اور
 اکثر یہ نواصیہ و خوارج فرقہ ظاہرہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نسبت وہی دلائل لاتے ہیں جن
 سے خوارج عراق کی تکفیر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرتے ہیں، اور یہ دلائل اپنی کتابوں میں

محفل تعریض بر خلافت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اثبات خلفائے ثلاثہ نقل کرتے ہیں، لیکن تصریح بلفظ کفر نہیں کرتے اور گاہ بے گاہ بعض کلمات مدح بھی موائے باب خلافت کی ذکر کرتے ہیں اور بہت جگہ موافق اپنے مذاق کے سند لاتے ہیں۔ استقامت کسی طریقے پر نہیں رکھتے، گاہے چنان و گاہے نہیں، بلکہ ایک ہی کتاب میں مقامات متعددہ میں دعاوی متعارض و متناقض لاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کہ ان کتابوں پر مطلع ہوئے تو ان کی کتابوں میں کلمات فرقہ ظاہریوں نے بہت دخل پایا۔ اگرچہ دوسری جگہ ان کے خلاف بھی پایا جاتا ہے۔

(مترجم کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کلمات متناقضہ کتاب انتباہ اور حجتہ بالغہ اور ازالۃ الہکما میں تحریر کیے ہیں محض برائے رفع ملال سامعین کہ چنداں استعداد فہم و ادراک ان مسائل متناقضہ کی نہیں رکھتے اس جگہ ترجمہ ان کا متروک ہوا، خلاصان کا یہ ہے کہ بطور فرقہ ظاہریہ و خوارج شام مثالب و معارب زمان خلافت حضرت مرتضیٰ کے صراحۃ و کنایۃ ان سے مفہوم ہیں اور خلافت راشدہ قتل حضرت عثمان تک جانتے ہیں اور عہد خلافت حضرت مرتضیٰ کو زمان فتن قرار دیتے ہیں، چونکہ یہ امر خلاف اہل سنت و جماعت کے تھا اور اس وقت بقیۃ سلطنت تیموریہ کا کہ اہل سنت و جماعت تھی اور دہلی میں کچھ اثر حکومت کا رکھتے تھے اور علما و صلحا سنی بھی موجود تھے، اسی واسطے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب نے ان کتابوں کو شائع نہ ہونے دیا اور برخلاف ان کے اپنی کتابیں تحفہ اثنا عشریہ و تفسیر وغیرہ تصنیف کر کے رائج کیں۔ یہ مضمون صفحہ ۳۴ سے ۴۲ تک ہوارق محمدیہ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع دارالاسلام دہلی پر ہے)

شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کا عقیدہ

بعدہ مولوی اسماعیل نے زمانہ کو جب حکومت اسلام سے فارغ اور علمائے اعلام سے خالی پایا تو حدت طبعی سے آوازہ بلند کیا اور اس انگریزیر خاستر کو کما شبعی مشتعل کیا اور تخم پوشیدہ تہہ خاک کو پائی دے کر سر بنز کیا۔ ائمہ کرام ہر چہ ارا مام کو ہدف سہام ملام بنایا۔ چنانچہ ایک رسالہ مسمیٰ بدتویر العنین لکھا جس میں یہ مضمون ہے کہ:

التزام تقلید شخصی با وجود رجوع کر سکنے بطرف روایات منقولہ از نبی ﷺ کہ
صریح مخالف قول امام مقلد کے ہوں کس طرح جائز ہے اور اگر اپنے امام
کے قول کو نہ چھوڑے تو اس میں شائبہ شرک کا ہے۔

شاد اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے

اور بعد وفات مولوی اسماعیل کے اسماعیلیوں میں اختلاف و نفاق پڑا حتیٰ کہ ایک دوسرے کو کافر
کہنے لگے۔ بڑا فرقہ جامع فرقہ ظاہریہ وہابیہ کا ہے۔

دوسرا فرقہ ظاہریت و ہدایت پر غالب پورب کا ملک ملکیت سے بنارس تک، گویا دلائل اسی فرقہ
کی ہے۔

تیسرا فرقہ وہابی ظاہریوں سے بیزاران دنوں شاہجہان آباد میں یہی فرقہ غالب ہے، مگر ان
میں بھی اختلاف ہے بعضے مولوی اسماعیل کے انکا تقلید سے منکر ہیں اور بعضے قائل پر رجوع از افکار
چنانچہ رسالہ تنبیہ الضالین و ہدایت المسلمین مطبوع سید الاخبار دہلی، تالیف کسی ایک شخص اسی
طاقت کا ہے کہ سید احمد کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرتا ہے اور منکران تقلید پر بڑی نفریں کرتا ہے
اور مناقب حضرت امام (ابو) حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور محمد تقلید امام صاحب کے بکمال تفصیل لکھ کر
مہریں اور دستخط علمائے عرب اور سند کے ثبت کرائیں ہیں۔

(مضمون اس کتاب کا بھی متناقص ہے برائے رفع ملالی سامعین ترجمہ صفحہ ۴۴ و ۴۵ متروک
ہوا بہتر جم)

فرقہ چہارم اعتقاد ظاہریہ وہابیہ سے برکنار ہے اور عقیدہ موافق اہل سنت و جماعت کے ظاہر
کرتے ہیں، اس فریق کی روایت یہ ہے کہ باوجود اقرا موافقت با اہل سنت کے حقیقت ملت اسماعیلیہ
کے بھی قائل ہیں اور اس مخالف کو اختلاف امت پر حمل کرتے ہیں جس اختلاف کو حضرت رسول خدا
ﷺ نے برحمت تعبیر فرمایا اور یہ ان کی بڑی غلطی ہے کیوں کہ اختلاف امت رحمت وہ اختلاف ہے
کہ مابین ائمہ مجتہدین اور علمائے صالحین کے واقع ہوا، اس طرح کہ ہر ایک اپنے راویان اور
مردیات کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرے کی توہین کو رانہیں رکھتا اور حق بجانب خود اور قطعیت بطلان
جانب دیگر کے نہیں کرتا اور ہر ایک ظن غالب جانب خود و احتمال جانب دیگر عمل کرتا ہے اور حفظ

مراتب تعظیم و تکریم مابین سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتا اور حق دائر درمیان مذاہب اربعہ کے جانتے ہیں اور یہ باتیں ان کے عملیات و احکام میں ہیں نہ عملیات اور عقائد میں کیوں کہ حق عقائد میں متعین ہے اور اختلاف اسماعیلیہ کا اہل سنت سے اس قبیل سے نہیں بلکہ عقائد میں ہے، مستحبات اہل سنت و جماعت کو ملت اسماعیلیہ میں کفر و بدعت قرار دیا گیا ہے اور یہ مخالف شیعہ دینی کی مخالف سے بڑھ کر ہے۔ اس واسطے کہ خواص و علمائے معتبر فریقین سنی اور امامیہ ایسی جرأت ایک دوسرے پر نہیں کرتے ہیں۔ حاشا کہ ہزار خرافات اسماعیلیہ سے کسی امامیہ کی زبان پر ایک بھی گزرا ہو۔

پس جو شخص کہ باوجود حقیقت اہل سنت حقیقت مذہب امامیہ کا قائل ہو اور اس اختلاف کو رحمت سمجھے اہل سنت کے نزدیک سنی نہیں اور ایسا ہی شیعہوں میں سے اگر کوئی اس اختلاف شیعہ دینی کو رحمت سمجھے وہ امامیہ نہیں بلکہ مخالف عقائد میں ہے کہ جمع نہیں ہو سکتا اور اسماعیلیہ اہل سنت و جماعت کو مثل یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے کافر جانتے ہیں، پس یہ فریق چہارم ایسا ہے جیسا کوئی باوجود موافقت کرنے کے باہل اسلام اقرار حقیقت دین یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا بھی کرے حاشا و کلا، کہ یہ شخص مسلمان ہو ہر چند یہ فریق چہارم مذہب ذہین بین ذلک ہیں، نہ ادھر کے نہ ادھر کے، نہ سنی نہ اسماعیلی، مگر اس لحاظ سے کہ منفعت و موافقت اہل سنت سے قطعاً محروم ہیں اور مضرت عقیدہ واضح حقیقت اسماعیلیہ کے ان کو لازم و ملزوم ہے، کیوں کہ گلاب مخلوط با شراب حکم شراب کا رکھتا ہے، یہ فرقہ بھی داخل شمار فرق اسماعیلیہ کے ہے۔

پہلا باب عقائد نجدیہ کے بیان میں

پہلا باب فرقہ نجدیہ کے عقائد میں

عقیدہ اول: اعمال و افعال کو حقیقت ایمان میں مثل تقدیق کے داخل کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ خوارج اور معتزلہ کا تھا انہوں نے اُن سے ترقی کی، حتیٰ کہ بعض افعال جو کافہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلکہ جملہ امت اجابت کے نزدیک بہ اتفاق یا بہ اختلاف یا ہی حرام یا مکروہ تحریمی، یا تنزیہی، یا مستحب، یا مباح، یا سنتِ ہدی، یا سنتِ زائدہ تھی سب کو کفر کہتے ہیں۔

یہ مسئلہ ایک بڑا اصل اصول ان کے مذہب کا ہے، تمام مسائل تقویت الایمان کے اسی پر مبنی ہیں۔ جب یہ اصل اصول ان کا اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ساری تقویت الایمان مذہب

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مطرود ہے۔

اولاً جو مباحث مابین اہل سنت و معتزلہ و خوارج کے وقوع میں آئے ہیں کتب عقائد سے نقل کرتا ہوں، بعد ازاں عبارت تقویٰ الایمان کی لکھ کر تفصیل وار اُس کے غلط پر تنبیہ کی جائے گی۔

اہل سنت کے نزدیک ایمان کی تعریف

جمہور اہل سنت کے نزدیک رکن ایمان کا تصدیق قلبی ہے، اقرار زبانی محض اجماع احکام دنیاوی کے لیے شرط ہے اور بعض کے نزدیک تصدیق قلبی اور اقرار زبانی (کے) مجموعے کا نام ایمان ہے، مگر اقرار محتمل السقوط ہے جیسا کہ انکم اور تمکڑہ میں ظاہر ہے۔
شرح عقائد نسعی میں لکھا ہے کہ:

مجموعہ تصدیق و اقرار کو ایمان کہنا مذہب بعض علما کا ہے یہی مختار شمس الائمہ اور فخر الاسلام کے نزدیک ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور محض برائے اجماع احکام دنیاوی کی شرط ہے، کیوں کہ تصدیق قلبی باطنی بات ہے، اُس کی کوئی علامت چاہیے، سو جو شخص کہ تصدیق قلبی رکھتا ہو اور اقرار باللسان نہ کرے، وہ عند اللہ مومن ہے، اگر چہ احکام دنیا میں مومن نہ ہو، اور جو زبانی مقرر ہے اور تصدیق قلبی نہیں رکھتا جیسا کہ منافق تو وہ دنیا کے احکام میں مومن ہے، اور عند اللہ کافر، یہ مختار شیخ ابو منصور کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عمل اہل سنت کے نزدیک رکن ایمانی نہیں کہ اس کی مفقود دی سے ایمان معدوم ہو جائے اور جس جگہ اطلاق ایمان کا اعمال پر آیا ہے وہ از قبیل مجاز ہے اور حسب متعارف عرف جیسا کہ عرف میں بالوں اور ناخنوں کو جزو بدن کہتے ہیں اور باوجود اس کے ناخن اور بالوں کے معدوم ہونے سے بدن معدوم نہیں ہوتا۔ غلّٰیٰ بذ القیاس پٹے، درختوں کے عرفاً اجزائے درخت ہیں اُن کے جانے سے درخت نہیں جاتا۔

شیخ عبدالحق شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ:

یہ جو محدثین کے نزدیک مشہور ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب و اقرار

یا لہمان و عمل بالارکان کا نام ہے تو مراد اس سے ایمانِ کامل ہے اور عمل شرط ایمانِ کامل کی ہے، نہ اصل ایمان کی، جیسا کہ مذہبِ اہل حق کا ہے اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مذہبِ محدثین کا مخالف جمہور اہل سنت کے اور موافق معتزلہ کے ہے حاشا! کیا یہ خیال غلط ہے اتنی۔

اہل سنت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا حکم

مرتکب کبیرہ کا عند اہل سنت مومن ہے اور غوارِ اُس کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ اُس کو فاسق قرار دیتے ہیں، نہ مومن نہ کافر جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں مفصل لکھا ہے۔ (چونکہ مطلبِ شرح عقائد انھیں دو فقروں میں ادا ہو گیا ہے تو نقل عبارتِ ترجمہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ مترجم)

مرتکب کبیرہ کے عدم ایمان پر معتزلہ کی پہلی دلیل

معتزلہ ابطالِ مذہبِ اہل سنت کے لیے یہ دلائل لاتے ہیں۔

مُجْمَلُهُ اَنْ كَلِمَةِ كَرِيْمَةٍ:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ یعنی اکثر لوگ خدا کے

ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر ابھی وہی شرک ہیں

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ان میں ایمانِ شرک سے مخلوط ہے، حالانکہ تصدیقِ جملہِ ماضی بہ النبی ﷺ شرک کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، کیوں کہ تو حیدِ مجملہ ماضی بہ النبی ﷺ ہے، پس ایمان عبارتِ تصدیق سے نہیں۔

معتزلہ کی پہلی دلیل کا جواب

اس دلیلِ معتزلہ کو صاحبِ مواقف نے نقل کر کے جواب دیا، جس کا حاصل شارحِ مواقف یوں لکھتا ہے کہ:

ایمان لغت میں مطلق تصدیق کا نام ہے اور شرع میں تصدیق با امر خاص

ہے کہ مجموعہ ماضیہ کونہ من الدین ضرورۃ ہے یعنی جس کا دین سے

ہونا ضروریات سے جانا گیا اور اس آیت میں جو ایمان مذکور ہے وہ محمول

معنی لغوی پر ہے۔ پس استدلال معتزلہ کا نہ رہا، کیوں کہ کلام ایمان شرعی میں تھا مودعیان مراد نہیں۔

معتزلہ کی دوسری دلیل

دوسری دلیل معتزلہ کی یہ ہے کہ:

وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے احکام اتارے ہوئے کے ساتھ حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

معتزلہ کی دوسری دلیل کا جواب

صاحب مواقف نے اس کا جواب دیا کہ

مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا سَعَىٰ مَرَادُودٌ بِهِ جَوْدَانِ اتَارَا، وَ هَا سَ عَنْ كَسَى
چیز کے ساتھ حکم نہ کریں۔ یا مراد ہوا انزل اللہ سے تو ریت ہے، بقرہ ۱۷۵
قبل، پس یہ آیت مختص بالیہود ہے۔

معتزلہ کی تیسری دلیل

تیسری دلیل معتزلہ کی یہ حدیث ہے:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحِجْ فَلَيْمَتْ
اِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا يَعْنِي جَوْشَنَ دَانِسَ نِمَاز كَوْرَتَك
کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو شخص مر گیا اور اس نے حج نہ کیا تو وہ مرے
چاہے یہودی ہو کر چاہے نصرانی۔

معتزلہ کی تیسری دلیل کا جواب

اس کا جواب یہ دیا کہ:

احادیث احاد کو اجماع کے ساتھ جو بعد حدیث مخالفین کے منعقد ہو گیا ہو
تعارض نہیں، یہ حدیث خلاف اجماع کے ہے

الغرض اٹھارہ دلیلیں معتزلہ کی کہ آیت و حدیث سے لائے ہیں اور اکثر یہ دلائل نجد یوں کی

زبان پر جاری ہیں نقل کر کے اُس نے سب کا جواب جدا جدا دیا ہے۔
اور یہ بات کہ مرتکب کبیرہ کو منافق کہتے ہیں دلیل اُن کی یہ ہے:

آية المنافق ثلاث اذا وعد اخلف واذا حدث كذب واذا اتصن

خنان یعنی نشان منافق کے تین ہیں جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور

جب بات کہے تو جھوٹ کہے اور جب امین کیا جائے تو خیانت کرے۔

اِس کا جواب دیا کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے (یعنی اس حدیث کے معنی ظاہری علما نے مراد نہیں رکھے)

واضح ہو کہ ایمان حقیقی وہ ہے کہ جس پر احکام اخروی مرتب ہوں اور وہی محل نزاع ہے، نہ ایمان ظاہری کہ منافق کو بھی ہے، جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہے۔

رکن، علت، سبب، شرط اور علامت کے درمیان فرق

اور اس مقام میں ایک ضروری بات یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ رکن و علت و سبب و شرط و علامت میں کیا کیا فرق ہے؟ اس کے بے اطلاعی کے سبب یہ لوگ طرح طرح کی تباہیوں میں پڑ گئے ہیں۔ کتاب توضیح میں ہے کہ جو ایک شے متعلق شیء آخر ہو پس وہ اگر دوسرے شے میں داخل ہے تو رکن ہے اور اگر خارج ہے تو پس اگر موثر ہو تو علت ہے اور اگر موصل الی الشیء فی الجملہ ہو تو سبب ہے، ورنہ اگر دوسری شے کا وجود اس پر موقوف ہے تو وہ شرط ہے اور اگر موقوف نہیں تو کم سے کم اُس کے وجود پر دلالت تو کرے گی، اس کا نام علامت ہے۔

سواى واسطے بعضوں نے ہمارے لوگوں پر اعتراض کیا جب انھوں نے اقرار لسانی کو ایمان میں رکن زائد قرار دیا اور تصدیق کو رکن اصلی، تو معترض نے کہا کہ اقرار اگر رکن ہو تو اس کے انتفا سے انتفائے مرکب لازم آئے گا۔

صاحب توضیح جواب دیتے ہیں کہ رکن زائد ایسی شے ہے جس کو شرع نے وجود مرکب میں اعتبار کیا، لیکن اگر بھر درت معدوم ہو جائے تو اُس کے عدم کو غنوکریا دیا اور مرکب کو حکماً موجود کا قرار دیا اور یہی ستر ہے ان کے قول کا کہ لایاکثر حکم الکحل کہتے ہیں۔ نظیر اس کی اعھائے انسان ہیں کہ ہر ایک ایسا رکن انسان ہے کہ جس کے انتفا سے انتفائے انسان لازم نہیں آتا ہے

لیکن ناقص ہو جاتا ہے (۱) اور کفر خلاف ایمان ہے۔

مواقف میں لکھا ہے کہ ہر طائفے کے نزدیک کفر مقابل ایمان کے ہے جو تعریف ایمان کرے کفر اُس کے مخالف کا نام ہے۔ فوارج کہتے ہیں کہ ہر معصیت کفر ہے سو یہ ہم پائل کر چکے ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ معاصی تین قسم ہیں:

(۱) ایک وہ کہ دلالت کرے اس بات پر کہ یہ عاصی خدا اور خدا کی وحید اور خدا تعالیٰ نے جو کہا جائز یا ناجائز ہے وہ سب سے جاہل ہے، جیسا کہ قرآن شریف کو نجاست میں ذال دینا اور تلفظ بکلمات ذالۃ علی الجہات کا کرنا، سو اس قسم کا گناہ کفر ہے۔

(۲) دوسرا وہ کہ مرتکب کو بین الکفر والایمان کی طرف نکال دیتا ہے، اس کا نام کبیرہ ہے۔

(۳) تیسرا وہ کہ ایمان سے نہیں نکالتا جیسا کہ کشف عورت کا کرنا، اس کا نام صغیر ہے۔

حاصل کلام مطابق عقیدہ اہل سنت کے حکم ایمان و کفر کا بلا قصدیق و اقرار درست نہیں۔ جہاں لفظ کفر و شرک کا احادیث اور آیات و روایات میں وارد ہوا ہے اور خوارج و معتزلہ نے اُن سے استدلال کیا ہے، اہل سنت و جماعت نے ان کو معمول بر معنی لغوی یا مجازی کیا ہے، یا تاویل اس طرح پر کی ہے کہ یہ مثنوی الفاہر ہیں کہ ان کے ظاہر معنی مراد نہیں، یا اس کے معارض قوی کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

دہائیہ کو پانچ تنبیہات

واضح ہو کہ اس طائفہ جدیدہ کو ایک طریق پر قرار نہیں، مضطرب الاقوال ہیں، کبھی تو کتب فقہ سے بیزار ہوتے ہیں اور اُن پر تبرایو لیتے ہیں اور کبھی برائے مصلحت خود اُن سے سند لاتے ہیں۔ باب کفر میں کتب فتاویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُن کو اپنا عمدہ دلائل سمجھتے ہیں۔ ایک یہ تنبیہ اس غلطی پر ضروری ہے۔

(۱) یہاں ترجمے میں سمجھو ہوا ہے، اصل عبارت یہ ہے: نظیر اعضاء الانسان فالرأس وکمن ینتفی الانسان بالثقافہ والیدرکن لا ینتفی الانسان بالثقافہ ولکن ینقص (البوارق، ص ۳۸) ترجمہ: اس کی نظیر اعضاء انسانی ہیں، ہر ایک ایسا رکن ہے کہ اس کے انقضاء سے انسان کا انقضاء ہوگا (یعنی سر نہ ہونے سے انسان بھی نہیں ہوگا) اور ہر ایک ایسا رکن ہے کہ جس کے انقضاء سے انسان مفلح نہیں ہوگا (یعنی ہاتھ کے نہ ہونے سے انسان کا نہ ہونا لازم نہیں آئے گا، لیکن انسان ناقص ہوگا)۔ (مرتب)

(۱) اول ہر مسئلے کو اپنے محل پر دیکھنا چاہیے۔ ہم کتب اصول مذہب اہل سنت سے باہر لاکل نقل کریں گے اُس کے مقابل فروع کا لانا کچھ مفید نہ ہوگا۔

(۲) دوسرا فن فروع میں طرق معینہ اُس فن پر نظر کرنی چاہیے، نہ محض ہوائے نفسانی سے اور یہ ایک قاعدہ مقررہ ہے کہ متون شروع پر مقدم ہیں اور شروع فتاویٰ پر فتاویٰ مخالف متون کے قابل اعتبار نہیں جیسا کہ کتاب ما فی المسائل میں صاحب کتاب کا اس بات پر اقرار ہے۔

(۳) تیسرا انھیں اصحاب فتاویٰ نے اُسی باب و کتاب میں جا بجا دیگر تصریح کر دی ہے کہ حکم تکفیر صحیح نہیں۔ ہم کیا کریں تمام مطلب کو سمجھنا عادت اس فرقے کی نہیں۔

اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط

بحر الرائق میں لکھا ہے:

وفی جامع الفصولین روی الطحاوی عن اصحابنا یعنی طحاوی نے ہمارے سامنے سے روایت کی ہے کہ آدمی بجز انکار کرنے اُس چیز کے کہ جس نے اُس کو ایمان میں داخل کیا ہے خارج از ایمان نہیں ہوتا، پھر جس بات کا یقین ہو کہ یہ ردت ہے تو حکم اس کا کیا جائے گا اور جس بات میں ردت کا شک ہو وہاں اُس کا حکم نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ اسلام ثابت شک سے زائل نہیں ہوتا۔ علاوہ ہمدان الاسلام یعلو ولا یغلی ہے، یعنی اسلام عالی ہے پست نہیں کیا جاتا۔ اور عالم کو مزاوار ہے کہ جب اُس کے سامنے کوئی ایسی بات پیش ہو تو وہ اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرے کہ اسلام مکر علی الکفر کا بھی صحیح ہے اور میں نے جو اس فصل میں مسائل نقل کیے ہیں، میں نے میزان اُن کا و قرا دیا ہے کہ بعض مسائل میں مذکور ہے کہ انہ کفر مع انہ لایکفر یعنی یہ بات کفر ہے باوجودیہ کہ وہ کافر نہیں اس مقدمے کے قیاس پر جہتی۔

فتاویٰ صغیرہ میں ہے کہ:

کفر شیعہ عظیم ہے ہمیں کسی مومن کو کافر نہیں کہتا، جب تک کہ کوئی روایت عدم

کفر کی پاؤں اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب مسئلے میں بہت وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ مانع کفر کی پس مفتی کو لازم ہے کہ وجہ مانع کفر کی جانب مائل ہو، اور ایسا ہی تاثر خانی میں اور بحر الرائق و فتح القدیر اور درمختار میں لکھا ہے اور علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں بذیل قول استحلال المعصیۃ کفر کے لکھا ہے کہ جب قطعاً معصیت کا ہونا ثابت ہو تب یہ قول درست آئے گا اور جمع کرنا درمیان قول علما لا یکفر احد من اهل القبلة یعنی کوئی اہل قبلہ میں سے کافر نہیں کہا جاتا اور ان کے قول کے من قال الخ یعنی جو قرآن کی مخلوقیت کا قائل ہے، یا استحالۃ ربوبیت باری تعالیٰ کا، یا سب الشیخین اور امثال ذلک کے مشکل ہے، جیسا کہ شرح عقائد میں ہے اور شارح مواقف بھی کہتا ہے کہ جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنا چاہیے اور کتب فتاویٰ میں ذکر ہے کہ سب الشیخین کفر ہے اور ایسا ہی اُن کی امامت کا انکار کفر ہے۔

بے شک یہ مسئلہ وجہ اشکال عدم مطابقت بین المسائل الفرعیہ اور دلائل اصولیہ کا ہے۔ اس اشکال کو اس طرح دفع کرتے ہیں کہ نقل کتب فتاویٰ کے جن کا قائل کوئی معلوم نہیں، کوئی حجت نہیں کیوں کہ مدار اعتقاد کا مسائل دینیہ میں اولہ قطعیہ پر ہے، علاوہ ہمد آں تکفیر مسلم میں مغاسد جلیہ و خفیہ مرتب ہوتے ہیں اور اس کا ذکر بناءً علی التہلیل والتعلیل ہے۔

ابن ہمام نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حکم تکفیر اہل ہوا کا یہ ہے کہ یہ اعتقاد فی نفسہ کفر ہے اور قائل اس کا قائل حکم کفر الخ۔

(۴) چہارم انھیں کتب فتاویٰ سے جن میں درباب تکفیر اسناد کرتے ہیں حکم تکفیر بہ نسبت امور مذکورہ کی کہ مخالف لوگ بھی تردید و تکذیب اُن روایتوں کی کرتے ہیں موجود ہے، چنانچہ ایک شخص اس گروہ کا واسطے مسئلہ مزج کے کتاب فصول عمادی مصنف (۱) کے پاس لایا اور بابت حرمت ذبیحہ کے ہدائے قائم و مہمان اُس کا حوالہ دیتا تھا۔ مصنف نے یہی کتاب فصول عمادی اُس کے ہاتھ سے

(۱) مراد از مصنف مولوی فضل رسول صاحب مرحوم ہیں (مترجم)

لے کر وہ مقام جس میں محمد اسماعیل بخاری مؤلف صحیح بخاری علیہ الرحمۃ کی تکفیر لکھی تھی نکال کر اُس کے سامنے پیش کیا، چنانچہ اُس کی زبان پر بے ساختہ یہی جاری ہوا کہ احکام تکفیر ایسی کتابوں کے قابل اعتبار نہیں۔

(۵) بیختم خوارج و معتزلہ مذہب حنفی میں ہزار در ہزار داخل ہیں شاگردان خاص امام اعظم اور امام ابو یوسف علیہم الرحمۃ کے متمدہب و بمداہب باطلہ گزرے ہیں، اور ہزاروں روایت انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق کتب فتاویٰ میں داخل کر دی ہیں، چنانچہ فتاویٰ قادیانیہ والا جو بڑا مشہور آدمی ہے اور صاحب درمختار اور صاحب اشباہ و غیرہ متاثرین اُس سے روایات نقل کرتے ہیں، بڑا معتزلی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کتاب تمہیدات میں لکھتے ہیں کہ:

ما بین حنفیت اور اہل سنت کے عموم و خصوص من وجہ ہے، کسوٹی روایات فتاویٰ کے اصول مذہب کے ہیں۔ بغیر اس کسوٹی کے فتویٰ دینا ناجائز ہے۔

اب یہ قرن شیطان نہ لیاقت تطبیق کی رکھتے ہیں اور نہ فکر تحصیل علم کی کہ کس سے حاصل کریں۔ ان کی اصلی غرض یہی ہے کہ جہاں لوگ راہ کریں اور گستاخانہ فتاویٰ کما م سے منہ کھولیں۔ ہذا ہم اللہ تعالیٰ۔

تقویت الایمان کی چند عبارات کا رد

اب بعد تمہید اس مقدمے کے اول عبارت تقویت الایمان کی لکھ کر بعد اُس کی تردید کی جاتی ہے۔

قولہ - اول معنی شرک کے سمجھنے چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور فرشتوں کا اور پر یوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مراد یہ مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برد آنے کے لیے اُن کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد اللہ نبی رکھتا ہے، کوئی غلام نبی، کوئی غلام رسول، کوئی حسین بخش و حسن بخش و پیر بخش و مدار بخش و قلندر بخش و غلام حیدر۔ اور اُن کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام ہڈی پہناتا ہے، کسی کے لیے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے

نام کی بھڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دوپائی دیتا ہے اور کوئی باتوں میں کسی کے نام قسم کھاتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں، وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان اولیاء انبیاء اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پیروں سے کرتے ہیں، یہ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو شرک میں گرفتار ہیں۔ فقط۔

الجواب - دیکھو اس نے صرف افعال اور اعمال کو شرک بتایا اول آیت:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یعنی نہیں ایمان لاتے اکثر اُن کے ساتھ اللہ کے مگر ابھی وہ شرک ہیں)

اس دعوے پر دلیل لایا کہ دعوے راست کر دکھائے، یہ وہی آیت ہے کہ معتزلہ اہل سنت کے مقابلے میں لاتے ہیں، اور دلیل پکڑتے ہیں کہ صاحب کبیرہ مومن نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت نے اس کا جواب دیا ہے کہ مراد ”یومن“ سے جو اس آیت میں ہے ایمان لغوی مراد ہے اور افعال کو مدار شرک کے قرار دیا ہے اور اعتقاد و اقرار کو اُس نے اُن کے ساتھ کچھ باور نہیں کیا۔ لکن لَمْ يَكُنْ سَمِجًا چنانچہ خود اُس نے لکھا ہے:

قوله کہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ اولیاء

انبیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، شرک جب ہوتا کہ ہم اُن کو اللہ کے برابر سمجھتے، اس سے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ ابھی۔

الجواب - دیکھو صرف ارتکاب افعال کو شرک کہہ دیا اور انجام کا تعین کر دی عبارت اُس کی:

”پھر خواہ یوں ہی سمجھے“ (سے لے کر) تا ”مشکلیں کھول دیتا ہے“ ابھی۔

الجواب - الغرض تمام کتاب اُس کی ایسی باتوں سے پُر ہے اور ظاہر ہے کہ یہی خوارج کا مذہب ہے اور جن دلائل سے اہل سنت مذہب خوارج کو رد کرتے ہیں، اُنہی دلائل سے احکام تقویت الایمان کے مردود ہو جاتے ہیں۔

اب خصوصاً اُن افعال کو جنہیں اس نے کفر قرار دیا ہے معلوم کرنا چاہیے کہ خاص خاص حکم ہر فعل پر شرح میں کیا ہے۔ اول تو سجدہ برائے غیر خدا اظہر ہے اور اُتج، اس کا حال یہ ہے کہ سجدہ

سوائے خدا کے بدقسم ہے ایک سجدہ عبودیت اور دوسرا سجدہ تحیت، عبودیت وہ ہے کہ غیر خدا کو معبود اور الہ بحق اعتقاد کر کے سجدہ کرے، تو یہ سجدہ شرک ہے اور سجدہ تحیت وہ ہے کہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا اور اس شریعت میں ناجائز، ہر چند بعض فقہاء بعض مقامات میں اُس کے جواز کے قائل ہیں، مگر مفتی بہ اور محقق یہی ہے کہ حرام ہے اور شرک نہیں، کیوں کہ اگر شرک ہوتا تو پہلی شریعتوں میں جائز نہ ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو والدین اور بھائیوں نے۔ چنانچہ قرآن شریف میں صاف منصوص ہے۔

یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ جو تقویٰ الایمان میں لکھی ہے کہ:

قولہ۔ جو کوئی یہ بات کہے کہ کسی مخلوق کو سجدہ کرنے (سے لے کر) تا

چاہیے کہ یہ بہنوں سے بھی نکاح کر لیں۔ آمہی۔

الجواب۔ یہ نہیں سمجھا کہ حرمت و ممنوعیت اور چیز ہے اور شرک اور چیز ہے۔ حلت و حرمت پہ اختلاف ملل و شرائع بلکہ ایک ہی ملت میں پہ اختلاف اوقات مختلف ہو جاتے ہیں، کبھی ایک ہی چیز حرام ہوتی ہیں اور کبھی حلال، ان میں کلام نہیں، کلام شرک میں ہے کہ ساری ملتوں و دینوں میں اور کل اوقات میں جائز نہیں۔ اگر یہ سجدہ شرک ہوتا تو کبھی جائز نہ ہوتا اور یہ قیاس نکاح بہنوں پر کرنا قیاس اہلبانہ و ملحدانہ ہے، کہ ارتکاب افعال محرمہ اس شریعت کو کہ پہلی شریعتوں میں مباح تھے، خیال شرک کا کرنا خالی از جنون والجا نہیں۔

لطف یہ ہے کہ خود دوسری جگہ اُسی تقویٰ الایمان میں لکھتا ہے کہ:

شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں تھا۔

پس اب اس کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ مجوزہ پہلے دینوں کا شرک نہیں ہے اور یہ تفصیل مذکور ہر چند کتب دین میں لکھی ہے مگر ان کتابوں کی نقل بھی ضرور ہے۔

خانوادہ شاہ ولی اللہ اور افکار اسماعیل دہلوی

اب مناسب نظر آتا ہے کہ اس تقویٰ الایمان والے کے خاندان کی کتابوں سے اس کو مردود

کرنا چاہیے تا کہ راستہ عذر کا اُس پر مسدود ہو جائے۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ:

زمین پر پیشانی رکھتی دوطور پر ہوتی ہے ایک تو واسطے ادائے حق عبودیت

کے یہ سارے دینوں اور ملتوں میں سوائے خدا کے حرام و ناجائز ہے کسی وقت جائز نہیں ہوا، کیوں کہ یہ محرمات عقلیہ سے ہیں اور محرمات عقلیہ تبدیل ادیان و ملل سے متبدل نہیں ہوتے، دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ تعظیم مشعر غایت تذلّل کے ہے اور غایت تذلّل اُس کے واسطے لائق ہے کہ غایت عظمت و بزرگی میں ہو، اور غایت عظمت وہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمت ذاتی خاصہ خدا ہے، کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

دوسرا سجدہ وہ ہے کہ واسطے تکریم و تحیت کے ہو، جیسا اسلام کرنا اور سر جھکانا یہ بات باختلاف رسوم و عادات اور تبدل ازمنہ و اوقات کے مختلف ہو جاتی ہے، گاہے جائز اور گاہے حرام، پہلی امتوں میں جائز تھی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں واقع ہوا ہے۔

قوله تعالى وخسروا لله سجداً یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے سجدہ کرتے ہوئے گرے اور ہماری شریعت میں باہم مابین مخلوقات کے حرام و ممنوع ہے فرشتوں کا سجدہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے ہوا تھا، اسی قبیل سے تھا ابھی۔

دیکھو عظمت کو متعبد بنیہ ذاتی کیا ہے اور تقویت والا اپنے الحاد سے اپنے الحاد کے سبب مطلق لکھتا ہے، اور کہتا ہے:

خواہ یوں سمجھو خواہ یوں سمجھو ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

اور چونکہ کتب اسحاقیہ میں جو وہ بھی کوچک ابدال اسماعیلیہ ہیں اور آج کل وہ اس ملت کے معتبد علیہ ہیں، بھی اس تفصیل کا اقرار ہے اور شاید انا ضروری نہیں۔

مآۃ المسائل دیکھو کہ جواب میں تیرہویں سوال کے سجدہ تحیت کو حرام اور سجدہ عبادت کو شرک لکھا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ سب افعال میں سجدہ عمدہ ہے، جب یہ بھی متعبد ہے، تو دوسری چیزوں کا اطلاق کس طرح جائز ہو سکتا ہے (یعنی جب یہ سجدہ ہی مطلقاً شرک نہ ہو، تو دوسرے افعال مطلقاً کس طرح شرک ہو سکتے ہیں۔ مترجم)

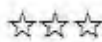
صاحب مآۃ المسائل تفصیل اور راجحاً کو مکروہ لکھتا ہے اور سجدہ تحیت اور طواف کو حرام کہتا ہے، تقویت الایمان میں سب کو شرک قرار دیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ طواف سجدہ تحیت جیسا نہیں، قریب تفصیل کے ہے اور کراہیت ان باتوں کے مابین فقہاء کے مختلف فیہ ہے، ایسی باتیں باعث انکار و نفی کا مرکز نہیں ہو سکتیں، چہ جائے کہ اُن کی تکفیر کی جائے، اس واسطے کہ بہت اکلمہ دین ان کے جواز کی تصریح کرتے ہیں، اگرچہ ایک جماعت عدم استحسان کو ترجیح دیتی ہے اور فقیر بھی اسی مسلک کا سالک ہے (یعنی مکروہ تنزیہی کا قائل ہے۔ مترجم)

بھلا اسماعیلیہ و اسحاقیہ کو معلوم نہیں ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب انتباہ میں درباب سلاسل اولیا علیہ السلام کے لکھتے ہیں کہ:

واسطے کشف قبور کے اس طرح چاہیے کہ جب مقبرے میں جائے تو دو گانہ ادا کر کے اُس بزرگوار کی روح کو پہنچائے، اگر سورہ فتح یا وہ تو پہلی رکعت میں وہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص، اور اگر سورہ فتح یا وہ نہ ہو تو دونوں رکعت میں سورہ اخلاص پانچ پانچ بار پڑھے، بعدہ پشت قبلہ متوجہ بقبر بیٹھے، ایک پا آیت الکرسی اور کچھ سورتیں اور ختم کر کے تکبیر کہے، بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھتا جائے اور طواف جانب راست سے شروع کرے پھر پایاں قبر کی طرف رخسارہ رکھے اور رخ میت کے قریب بیٹھے اور یہاں ۲۱ دفعہ کہے، پھر جانب شمال کہے یا روح، اور دل پر یا روح یا روح کی ضرب لگائے، جب تک اشراج قلب نہ ہو پانچویں بیٹھا رہے، انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور اور کشف ارواح ہو جائے گا انتہی۔

تمت باقی آمندہ، العبد فقیر غلام قادر غفری عنہ



بعض مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایونی

سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۱ احقاق حق
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۲ عقیدہ شفاعت
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۳ اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۴ اكمال فی بحث شد الرجال
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۵ فصل الخطاب
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۶ حرز معظم
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۷ مولود منظوم مع انتخاب نعت و مناقب
سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی	۸ شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ
مولانا محی الدین قادری بدایونی	۹ شمس الایمان
تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی	۱۰ الکلام السدید
تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی	۱۱ رد زوافضی
تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی	۱۲ سنت مصافحہ
مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی	۱۳ مردے سنتے ہیں؟
مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی	۱۴ مضامین شہید
مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی	۱۵ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل
مولانا عبدالماجد قادری بدایونی	۱۶ عرس کی شرعی حیثیت
مولانا عبدالماجد قادری بدایونی	۱۷ فلاح دارین
عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی	۱۸ خطبات صدارت
عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی	۱۹ مثنوی غوثیہ
مولانا محمد عبدالجبار قادری بدایونی	۲۰ عقائد اہل سنت
مولانا محمد عبدالجبار قادری بدایونی	۲۱ دعوت عمل
علامہ محبت احمد قادری بدایونی	۲۲ نگارشات محب احمد
علامہ محبت احمد قادری بدایونی	۲۳ عظمت غوث اعظم
مفتی حبیب الرحمن قادری بدایونی	۲۴ شارح الصدور
مفتی حبیب الرحمن قادری بدایونی	۲۵ الدور السنیۃ ترجمہ از :

۲۶ احکام قبور	مفتی محمد امیر ایسہ قادری بدایونی
۲۷ ریاض القراءت	مفتی محمد امیر ایسہ قادری بدایونی
۲۸ تذکار محبوب (تذکرہ عاشق الرسول)	مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی
۲۹ مختصر سیرت خیر البشر	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۰ احوال و مقامات	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۱ خمیازہ حیات (مجموعہ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۲ باقیات ہادی	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳ مدینے میں (مجموعہ کلام)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۴ مفتی لطف بدایونی شخصیت اور شاعری	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۵ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۶ خیر آپا دی سلسلہ علم و فضل کے احوال و آثار خیر آبادیات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۷ حدیث افتراق است تحقیق مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۸ احادیث قدسیہ	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۹ تذکرہ صاجد	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۰ خامہ تلاشی (تشہیدی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۱ تحقیق و تفہیم (تحقیقی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۲ عربی محاورات مع ترجمہ و تعبیرات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۳ اسلام: ایک تعارف (ہندی، مراٹھی)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۴ طوابع الانوار (تذکرہ فضل رسول)	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۴۵ فلاح داوین (ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۴۶ عقائد اہل سنت (ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۴۷ خواجہ غلام نظام الدین قادری	محمد تنویر خان قادری بدایونی
۴۸ Understanding Islam	Maulana Usaid ul Haq Qadri
۴۹ Call to Action	Maulana Abdul hamed qadri
۵۰ 100, Hadith Qudsi	Maulana Usaid ul Haq Qadri

